فروری
2021ء

حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥ (القرآن:54)

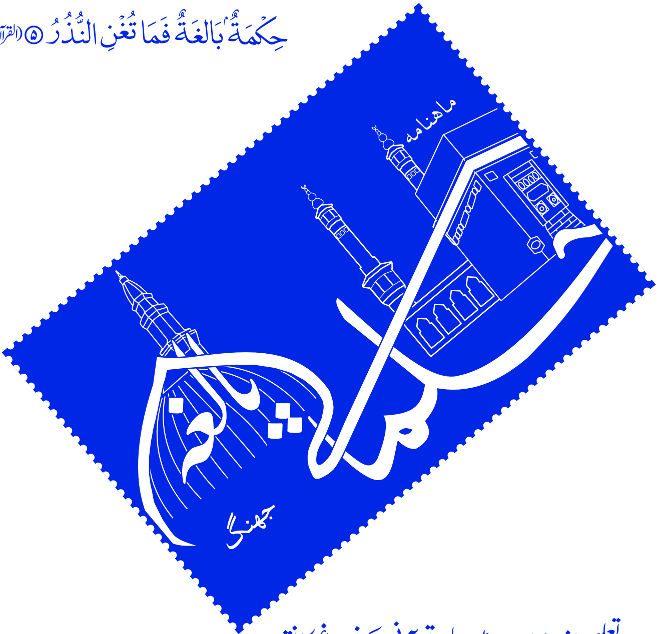

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 15
شمارہ : 02
جمادی الثانی : 1442ھ
فروری : 2021ء

وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ (القران)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ سورۃ القمر)

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حِکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- حاجی محمد منظور انور
- انجینئر عبداللہ اسماعیل

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
انتظامی امور	ملک نذر حسین
قانونی مشاورت	محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

اہلِ ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 800 روپے	معمول کا شمارہ 50 روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی
طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ آئینِ پاکستان اور ملک کی 95 فیصد مسلمان آبادی	انجینئر مختار فاروقی	6
4	فتنۂ دجال۔ دابّۃ الدجّال......(6)	انجینئر مختار فاروقی	9
5	نظریۂ سازش اور کسنجر	محمد دین جوہر	21
6	اسرائیل کو کیوں تسلیم نہیں کرنا چاہیے	ایوب بیگ مرزا	27
7	ایک نومسلم بھارتی خاتون کی ایمان افروز باتیں		31
8	ویلنٹائن ڈے......شیطان کے چیلوں کا دن	محمد منظور انور	39
9	ہر عمل سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی اہمیت	محمد رشید عمر	44
10	حضرت بلال رضی اللہ عنہ......آخری لمحات	ایچ اے گریگ	48
11	خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تاثرات		50
12	تبصرہ و تعارف کتب		59

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

(02)	اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ	آیات
سورۃ البقرۃ	بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	132-127

وَ اِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَ اِسۡمٰعِيۡلُ

اور (یاد کرو کہ) جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۷﴾

(تو دعا کیے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ خدمت قبول فرما

بے شک تو (سب کچھ) سننے والا (اور) جاننے والا ہے

رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ

اے ہمارے پروردگار! ہم (دونوں) کو اپنا فرمانبردار بنادے اور

ہماری اولاد (یعنی بنی اسماعیل) میں سے ایک ایسی اُمت پیدا فرمانا جو تیری فرمانبردار ہو

وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبۡ عَلَيۡنَا

اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے سکھا دے اور ہم پر توجہ فرمائے رکھ

اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۲۸﴾

بے شک تو ہی ہے بہت توجہ فرمانے والا (اور) مہربانی کرنے والا

رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ

اور اے ہمارے پروردگار! ان (بنی اسماعیل) میں ایک رسول مبعوث فرمانا انہیں میں سے

يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ

وہ ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور کتاب اور دانائی کی تعلیم دے

اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کرے

اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۲۹﴾

بے شک تو ہی غالب (اور) صاحبِ حکمت ہے

وَ مَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ

اور ابراہیم (علیہ السلام) کے دین سے کون روگردانی کرسکتا ہے بجز اس کے جو نہایت نادان ہو

وَلَقَدِ اصۡطَفَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا وَ اِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۳۰﴾

ہم نے ان کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ (زمرہ) صلحاء میں ہوں گے

اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۳۱﴾

جب ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لے آؤ

تو انھوں نے عرض کی کہ میں نے ربّ العالمین آگے سر اطاعت خم کردیا

وَ وَصّٰى بِهَآ اِبۡرٰهٖمُ بَنِيۡهِ وَيَعۡقُوۡبُ

اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی

اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا) کہ

يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰى لَكُمُ الدِّيۡنَ

میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہی دِین پسند فرمایا ہے

فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾

لہٰذا تمہیں موت آئے تو اسی حال میں آئے کہ تم فرمانبردار رہو

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي خِفَّةٍ مِنَ الدِّينِ، وَإِدْبَارٍ مِنَ الْعِلْمِ،

دجال نکلے گا جبکہ دین کی حالت خستہ ہوگی اور حصولِ علم سے روگردانی ہوگی

وَلَهُ أَرْبَعُونَ يَوْمًا يَسِيحُهَا، الْيَوْمُ مِنْهَا كَالسَّنَةِ،

اور وہ چالیس دن سیاحت کرے گا، جن میں سے ایک دن سال کی طرح ہوگا

وَالْيَوْمُ كَالشَّهْرِ، وَالْيَوْمُ كَالْجُمُعَةِ، ثُمَّ سَائِرُ أَيَّامِهِ مِثْلُ أَيَّامِكُمْ،

اور ایک دن مہینے کی طرح اور ایک دن ہفتہ کی طرح اور باقی دن تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے

وَلَهُ حِمَارٌ يَرْكَبُهُ عَرْضُ مَا بَيْنَ أُذُنَيْهِ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا،

اس کا گدھا (سواری کے لیے ہوائی جہاز) جس پر وہ سواری کرے گا ایسا ہوگا کہ

اس کے دونوں کانوں (پروں) کے درمیان چالیس ذراع (کا فاصلہ) ہوگا

يَأْتِي النَّاسَ فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ

وہ لوگوں کے پاس آئے گا پھر کہے گا: میں تمہارا ربّ ہوں۔ اور تمہارا ربّ کانا نہیں ہے

مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر يَقْرَأُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٌ وَغَيْرُ كَاتِبٍ،

اُس کی آنکھوں کے درمیان 'ک ف ر' لکھا ہوگا، جس کو ہر پڑھا لکھا اور اَن پڑھ مومن پڑھ سکے گا

يَمُرُّ بِكُلِّ مَاءٍ وَمَنْهَلٍ إِلَّا الْمَدِينَةَ وَمَكَّةَ

وہ ہر کنویں اور چشمے کے پاس سے گزرے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے،

حَرَّمَهُمَا اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَقَامَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَبْوَابِهِمَا

اللہ نے یہ دونوں شہر اس پر حرام کر دیے ہیں اور اس کے دروازوں پر فرشتے کھڑے ہوں گے

(المستدرك عن جابر رضی اللہ عنہ)

حرفِ آرزو

؎ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

آئینِ پاکستان اور ملک کی 95 فیصد مسلمان آبادی

انجینئر مختار فاروقی

ہمارے ملک وطن عزیز پاکستان کی اس وقت آبادی 22 کروڑ کے قریب ہے جس میں الحمدللہ 95 فیصد سے زیادہ (قادیانی، عیسائی، ہندو، سکھ اور دیگر غیر مسلم طبقات کے علاوہ) مسلمان ہیں۔ غیر مسلم طبقات کو بھی ان کے عقائد کے مطابق انسان دوست ماحول فراہم کیا جانا ان کا آئینی اور اسلامی حق ہے۔ مختلف حکومتیں غیر مسلم طبقات کو ان کے حقوق ادا کرنے کے لیے شعوری کوششیں بھی کرتی رہتی ہیں۔ ہمارے نزدیک ہمارے ملک عزیز کی مسلمان اکثریّت اپنے آئینی حقوق سے محروم چلی آ رہی ہے۔ ملکی آئین کی دفعہ 31 میں درج عبارت یوں ہے:

ISLAMIC WAY OF LIFE

31 (1) Steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concept of Islam and to provide facilities whereby they may be enabled to understand the meaning of life according to the Holy Quran and Sunnah.

(2) The state shall endeavor, as respects the Muslims of Pakistan,_

(a) to make the teaching of the Holy Quran and Islamiat compulsory, to encourage and facilitate

the learning of Arabic language and to secure correct and exact printing and publishing of the Holy Quran.

(b) to promote unity and the observance of the Islamic moral standards; and

(c) to secure the proper organization of zakat *(ushr)*, auqaf and mosques.

دفعہ 31(1) کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

مسلمانانِ پاکستان کی زندگیوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے ایسے اقدامات کیے جائیں گے جو انہیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلام کی حقیقی تعلیمات کے بنیادی اصولوں اور ناگزیر اسلامی عقائد کے مطابق زندگی کو ڈھالنے میں مُمِدّ ہوں۔ نیز ایسی عملی تدابیر اختیار کی جائیں گی جس سے وہ قرآن وسنّت کے دیے ہوئے زندگی گذارنے کے طریقے سمجھ (کر عمل کر) سکیں۔

عقل عام (COMMON SENSE) یہ تقاضا کرتی ہے کہ ماضی میں 1973ء کے موجودہ متّفقہ آئین کے نفاذ کے بعد ذوالفقار بھٹو سمیت 22 وزیر اعظم بنے، جن میں چھ عبوری وزرائے اعظم بھی شامل ہیں۔ جبکہ جناب ضیاءالحق اور جناب پرویز مشرف صاحب کا فوجی دورِ حکومت اس کے علاوہ ہے ان 47 سالوں میں اوپر درج آئینی دفعہ کے تحت اقدامات کا میزانیہ نفع نقصان (BALANCE SHEET) بڑا افسوسناک ہے، حکومتی سربراہوں کے ایوانوں کے شب و روز سے لے کر حکومتی میڈیا، اخبارات، ٹی وی، ریڈیو، مختلف تعلیمی نصابات، سرکاری تقریبات اور دفاتر کے کلچر اور اعلیٰ سرکاری وفوجی عہدیداروں کا طرزِ بود و باش سمیت ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے ہی یہ بات عیاں ہے کہ اسلامی طرز زندگی کی تفاصیل میں جائے بغیر صرف دینی فرائض اور حلال وحرام کی پابندیوں کا میزانیہ تیار کیا جائے تو ایک عام شہری کا سر بھی ندامت سے جھک جائے گا کجا یہ کہ عوامی سطح پر رہن سہن کو قرآن وسنّت کی عینک لگا کر حکومتی کارکردگی کی

نظر سے EVALUATE کیا جائے۔

مسلمانانِ پاکستان کی بدقسمتی اور بدبختی کہیے کہ گذشتہ ستر سال سے ہر آنے والا دن، ہفتہ اور سال گذشتہ عرصہ سے بُرا، شیطانی اور ابلیسی تھا اسلام سے دور کرنے والا اور عالم کفر سے قریب کرنے والا تھا۔

اس صورتِ حال پر صرف تبصرہ کر دینا تو اصلاحِ احوال کے لیے بالکل مفید نہیں ہے لیکن صرفِ نظر کرنا بھی خوفناک اخلاقی و دینی کیفیت میں آنکھیں بند کر لینے والی بات ہے۔

مسلمانانِ پاکستان کو آئینی تحفّظ نہ دیا جانا کس کا قصور ہے؟ اس کا مداوا اب کیا ہے؟ آئین پاکستان کے تحفّظ کی 'قسم کھانے والے' (مراد ہے قرآن مجید پر اپنے عہدے کا حلف اٹھانے والے) مقتدر حکمران طبقہ و عدلیہ و جغرافیائی و نظریاتی حدود کی حفاظت کا کام کرنے والے کہاں ہیں؟ اس ملک کی بدنصیبی ہے کہ یہاں کی غالب اکثریّت مسلمان عوام ہی اشرافیہ کی اقلّیّت کے جبر کا مسلسل شکار چلے آ رہے ہیں اور مستقبل قریب میں اس صورت حال میں بہتری کی کوئی اُمید کی کرن بھی نظر نہیں آتی۔

مایوسی تو کفر ہے اور کفر کے قریب کرتی ہے اللہ تعالیٰ سے بہتری کی امید رکھنی چاہیے مگر ملک وقوم ودین وقرآن کے بہی خواہوں کے لیے لمحہ فکریہ ضرور ہے۔

سوچیں ـــــ فیصلہ کریں ـــــ اور مثبت انداز میں حالات کو سدھارنے کی ممکنہ کارروائی میں اپنے آپ کو لگا دیں اور سارا تن، من، دھن، دل اور دماغ کھپا دیں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا OPTION ہے ہی نہیں۔ ورنہ دنیا بھی گئی اور دین بھی گیا۔ یہاں بھی خسارہ اور مرنے کے بعد بھی خسارہ۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَ عَلَيْهِ التُّكْلَان

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

فتنۂ دجّال کے منحوس دور کی ایمان سوز کالی گھٹائیں

6 دابّۃ الدجّال

انجینئر مختار فاروقی

'دابہ' کے معنی سواری کے ہیں اور 'الدجّال' دجّال اکبر جو حضرت مسیح علیہ السلام کے مقابلے پر آئے گا،__ [اسلام کے نقطۂ نظر سے وہ حضرت مسیح علیہ السلام جو پیغمبر ہیں اور آج سے تقریباً 2000 سال قبل دنیا میں تھے، یہود کے بگڑے ہوئے طبقے کی سازش کے تحت رومی گورنر کے ذریعے انؑ کو سولی چڑھانے کے انتظامات کیے گئے مگر اور کوئی دوسرا ہم شکل شخص سولی چڑھا دیا گیا جبکہ حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیا وہ اب بھی زندہ ہیں اور قربِ قیامت میں (یعنی عنقریب) دمشق میں اُتریں گے]__ اور دجّال بنی اسرائیل (یہود) کا کوئی رہنما ہوگا، وہ ہمارے نزدیک اصفہان میں ظاہر ہوگا اور وہاں سے نکل کر دنیا بھر میں سفر کر کے اسرائیل کے علاقے میں آئے گا۔

آج کے دور میں اس کی سواری عصر حاضر کی ٹیکنالوجی کا شاہ کار سواری ہوگی جو امریکہ کے صدر کی سواری سے بھی کہیں زیادہ پر آسائش اور FULLY LOADED ہوگی اس کو دابّۃُ الدَّجّال کہا گیا ہے۔

یہاں ہم قارئین حکمت بالغہ کی معلومات کے لیے الدابّہ پر پہلے اصولی بحث سامنے لاتے ہیں کہ قربِ قیامت کی نشانیوں میں الدابّہ بھی ہے۔ یہ بحث ہم ''10 علاماتِ قیامت''

(مطبوعہ قرآن اکیڈمی جھنگ، صفحات 43 تا 54) سے یہاں نقل کر رہے ہیں۔

ہمارے نزدیک قربِ قیامت کی نشانیوں میں اَلدَّابَّہ کا ظہور آج کی مشینی سواریاں ہیں جو گزشتہ صدیوں سے اس کثرت سے سامنے آئی ہیں کہ اس سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یقیناً اسی دور میں جب مسیح الدجال کا ظہور ہوگا تو اس کے پاس عصر حاضر کی جدید سواریوں میں جدید ترین ٹیکنالوجی سے مزین اعلیٰ ترین سواری ہوگی۔ اس کا ذکر بھی اس سلسلے میں درج ایک حدیث میں آرہا ہے۔

الدّابّة

انسانیّت کے مُحسن اور رحمت للعالمین حضرت محمدﷺ نے ایک فرمانِ حق ترجمان میں قربِ قیامت کی دس علامات کا ذکر فرمایا ہے جس سے اہل حق اس دور کو پہچان سکیں گے۔ ان میں سے 'الدخان' اور 'الدجال' کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے، اب 'الدابہ' کا ذکر کیا جارہا ہے۔ ان سطور سے اس کے سوا کچھ مقصود نہیں کہ ہم مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوں وقت کے تقاضوں کو پہچانیں اور جو کوئی سعید روحیں توبہ کرنے پر آمادہ ہیں مگر صحیح وقت کے انتخاب کے معاملے میں لیت ولعل سے کام لیتے ہوئے آج اور کل کا انتظار کر رہی ہیں .... وہ آگے بڑھیں اور جلد توبہ پر آمادہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی توبہ کی توفیق ارزانی فرمائے اور آج کے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

الدّابّہ......لغوی بحث

دَبَّ يَدِبُّ (باب ضرب) رینگنا۔ ہاتھوں یا پیروں کے بل چلنا (مصباح اللغات)

الـدَّبُّ والـدَّبِيـبُ: مشى خفيف، ويستعمل ذلك فى الحيوان، وفى الحشرات أكثر، ويستعمل فى الشّراب والبلى، ونحو ذلك مما لا تدرك حركته الحاسّة، ويستعمل فى كلّ حيوان وان اختصّت فى التّعارف بالفرس،

الدبّ اور الدبیب: آہستہ آہستہ چلنا۔ یہ لفظ حیوانات اور زیادہ تر حشرات کے بارے استعمال ہوتا ہے۔ شراب اور بوسیدگی وغیرہ (کے جسم یا کپڑے میں سرایت کرجانے) کے لیے بھی بولا

جاتا ہے، جن کی حرکت کا قوتِ حاسّہ ادراک نہیں کرسکتی۔ یہ لفظ اگرچہ عرف میں گھوڑے کے ساتھ خاص ہوگیا ہے لیکن ہر حیوان کے لیے یہ استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَ اللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِنۡ مَّآءٍ﴾۔ ﴿و بَثَّ فِیۡھَا مِنۡ کُلِّ دَابَّۃٍ﴾۔ ﴿وَ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُھَا﴾۔ ﴿وَ مَا مِنۡ دَابَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ یَّطِیۡرُ بِجَنَاحَیۡہِ﴾۔ ﴿وَ لَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَھۡرِھَا مِنۡ دَابَّۃٍ﴾۔
......(المفردات فی غریب القرآن، للاصفہانی)

الدابہ کے معنی سواری کے بھی ہیں۔ جس سے آج کی جدید سواریاں بھی تبعاً مراد لی جاسکتی ہیں۔

الدابہ کے بارے میں آیاتِ قرآنی

سورۂ نور میں ارشاد ہے:

وَ اللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِنۡ مَّاءٍ فَمِنۡھُمۡ مَن یَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِہٖ وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی رِجۡلَیۡنِ وَ مِنۡھُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی اَرۡبَعٍ یَخۡلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ O (45:24)

''اور اللہ ہی نے ہر چلنے پھرنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ تو ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

سورۂ ہود میں ارشاد ہے: وَ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُھَا (6:11) ''اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے''۔

ان آیات میں دابہ کی ان اقسام کا ذکر ہے جو ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دنیا میں پائے جاتے تھے ان کی شناخت عام انسان بھی کرسکتے تھے ان کے طور طریقے، اوصاف اور رہن سہن کے انداز سے بھی یہ لوگ واقف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں (دوابّ) کو پورے روئے ارضی پر پھیلا دیا ہے اور مختلف علاقوں کی خصوصیات کے حوالے سے ان علاقوں میں خاص خاص جانور بھی پیدا فرمائے ہیں۔ مثلاً صحراؤں

کے اندر'اُونٹ' پیدا کیا ہے جو صحراء کے موسموں کو خوب برداشت کرسکتا ہے اور اس ماحول میں زندہ رہ سکتا ہے۔ اسی لیے لوگ اُسے صحرائی جہاز (SHIP OF THE DESERT) کہتے ہیں۔ سرد علاقوں کے خاص جانور ہیں ان کے بال ان کی کھال اور خوراک بھی صحرائی جانوروں سے بہت مختلف ہے۔قرآن پاک میں ایک ایسے جانور کا ذکر ہے جو نزولِ قرآن کے بعد ظاہر ہوگا اور اس کے خواص بھی اشارتاً بتائے ہیں:

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ O (82:27)

''اور جب ان کے بارے میں (عذاب کا) وعدہ پورا ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔ اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے''

یہ جانور (دابّۃ) امکانی حد تک آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر قیامت سے پہلے تک ظاہر ہونا ہے۔آج کا یہ دور قربِ قیامت کا دور ہے اور قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوتی جا رہی ہیں۔ ایک حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہادت والی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو اکٹھے دکھا کر فرمایا کہ بُعِثْتُ اَنَا وَ السَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ (مسلم،عن انس رضی اللہ عنہ) ''مجھے مبعوث کیا گیا جبکہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں طرح ہیں''۔ ایک اور فرمانِ حق ترجمان میں فرمایا ہے کہ میں آخری پیغمبر ﷺ ہوں اور تم آخری اُمت ہو (اس کے بعد قیامت ہی ہے)۔

گویا آج کا دور قربِ قیامت ہی کا دور پُرفتن ہے جس میں طرح طرح کہ فتنے سر اُٹھا رہے ہیں اور اَشراط الساعہ یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتی جا رہی ہیں حتیٰ کہ جب سب نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو بلاشک وشبہ قیامت کا ظہور ہو جائے گا۔لہٰذا ــــــ قوی امکان ہے کہ یہ'دابۃ الارض' ظاہر ہو چکا ہو۔قرآن مجید کے بیان میں تُكَلِّمُهُمْ کا لفظ ہے جس کے معنی باتیں کرنا بھی ہے اور زخمی کرنا بھی ہے۔

الدّابّۃ کے بارے میں احادیث مبارکہ

ہمارے پیغمبر نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے بھی 'الدابہ' کے بارے میں بہت سی

معلومات دی ہیں اور متعدد احادیث مبارکہ میں ان کا تذکرہ ہے بعض احادیث طویل بھی ہیں یہ سب اس لئے کہ آپ کی دی ہوئی معلومات کے بعد آپ کی اُمت قیامت کی اس اہم علامت 'الدابہ' کو بآسانی پہچان سکے۔

- تَخْرُجُ الدَّابَّةُ مَعَهَا خَاتَمُ سُلَيْمَانَ وَعَصَا مُوسٰى...... (ترمذی، عن ابی ہریرۃؓ)

  ''دابہ نکلے گا اور اس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ہوگی''۔

- تَخْرُجُ الدَّابَّةُ فَتَسِمُ النَّاسَ عَلٰى خَرَاطِيمِهِمْ، ثُمَّ يَعْمُرُونَ فِيكُمْ حَتّٰى يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الْبَعِيرَ فَيَقُولُ: مِمَّنْ اشْتَرَيْتَهُ؟ فَيَقُولُ: اشْتَرَيْتُهُ مِنْ أَحَدِ الْمُخَطَّمِينَ (مسند احمد، عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ)

  ''دابہ نکلے گا تو لوگ اس کے ناک پر نشان لگائیں گے پھر یہ دابہ لوگوں کے پاس رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی اونٹ خرید کر لائے گا تو اس سے کوئی (حیرت سے) پوچھے گا کہ تو نے یہ دابہ کہاں سے خریدا؟ وہ کہے گا نشان لگوا کر آنیوالے آدمی سے''

- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيثًا لَمْ أَنْسَهُ بَعْدُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: اِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا، طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، وَأَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا، فَالْأُخْرٰى عَلٰى اِثْرِهَا قَرِيبًا (مسلم)

  ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث یاد کی ہے جسے میں اب تک بھولا نہیں ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی ابتدائی علامات میں سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور 'دابہ' کا علیٰ رؤس الاشہاد لوگوں کے سامنے نکلنا ہے۔ اور ان دونوں میں سے جو علامت پہلے ظاہر ہوگی دوسری اس کے بعد جلد ہی ظاہر ہو جائے گی''۔

الدابہ کئی مرحلوں میں سامنے آئے گا پہلے ایک ریلہ آئے گا اور جلد ہی اس کے بعد دوسرا ریلہ ظاہر ہوتا رہے گا۔

● عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ، قَالَ: خَطَبَنَا عَلِیُّ بْنُ أَبِی طَالِبٍ رضی الله عنه عَلَی الْمِنبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ: أَیُّهَا النَّاسُ سَلُونِی قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِی قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَامَ اِلَیْهِ الْأَصْبَغُ بْنُ نُبَاتَةَ، فَقَالَ: مَنِ الدَّجَّالُ یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ؟ فَقَالَ: یَا أَصْبَغُ، الدَّجَّالُ .... یَخْرُجُ مِنْ یَهُودِیَّةِ أَصْبَهَانَ عَلٰی حِمَارٍ أَبْتَرَ مَا بَیْنَ أُذُنَی حِمَارِهٖ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا، مَا بَیْنَ حَافِرِهٖ اِلَی الْحَافِرِ الْآخَرِ مَسِیرَةُ أَرْبَعِ لَیَالٍ، تُطْوَی لَهُ الْأَرْضُ مَنْهَلًا مَنْهَلًا، یَتَنَاوَلُ السَّمَاءَ بِیَدِهٖ، أَمَامَهُ جَبَلٌ مِنْ دُخَانٍ وَخَلْفَهُ جَبَلٌ آخَرُ، مَكْتُوبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ كَافِرٌ یَقْرَأُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، مَطْمُوسُ الْعَیْنِ الْیُمْنَی مَعَهُ جَنَّةٌ وَنَارٌ فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ، فَمَنِ ابْتُلِیَ بِنَارِهٖ فَلْیَقْرَأْ آخِرَ سُورَةِ الْكَهْفِ تَصِیرُ عَلَیْهِ النَّارُ بَرْدًا وَسَلَامًا، فَیُسَلِّطُهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَی عَلَی رَجُلٍ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلی الله علیه وسلم فَیَقْتُلُهُ ثُمَّ یُحْیِیهِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ثُمَّ یَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَی ثُمَّ یَقُولُ: اِلَیَّ اِلَیَّ أَنَا الَّذِی خَلَقَ فَسَوَّی وَقَدَّرَ فَهَدَی، قَالَ عَلِیٌّ: كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ، أَكْثَرُ أَتْبَاعِهٖ وَأَشْیَاعِهٖ یَوْمَئِذٍ أَصْحَابُ الرِّبَا، الْعَشَرَةُ بِاثْنَیْ عَشَرَ، وَأَوْلَادُ الزِّنَا، یَقْتُلُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالشَّامِ عَلَی عَقَبَةِ أُفَیْقٍ لِثَلَاثِ سَاعَاتٍ مَضَتْ مِنَ النَّهَارِ عَلَی یَدَیِ الْمَسِیحِ عِیسَی ابْنِ مَرْیَمَ، أَلَا وَبَعْدَ ذٰلِكَ خُرُوجُ الدَّابَّةِ مِنَ الصَّفَا مَعَهَا عَصَا مُوسَی وَخَاتَمُ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوُدَ یَرَاهَا أَهْلُ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ تُنَادِی: اِنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآیَاتِنَا لَا یُوقِنُونَ، فَتَنْكُتُ بِالْعَصَا عَلَی جَبْهَةِ كُلِّ مُنَافِقٍ فَتَكْتُبُ عَلَی وَجْهِهٖ هٰذَا كَافِرٌ حَقًّا، وَتَخْتِمُ بِخَاتَمٍ عَلَی جَبْهَةِ كُلِّ مُؤْمِنٍ فَتَكْتُبُ عَلَی وَجْهِهٖ هٰذَا مُؤْمِنٌ حَقًّا، اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیَقُولُ: یَا كَافِرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لَمْ یَجْعَلْنِی مِثْلَكَ، وَحَتّٰی اِنَّ الْكَافِرَ لَیَقُولُ: یَا مُؤْمِنُ لَیْتَنِی الْیَوْمَ مِثْلُكَ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِیمًا، أَلَا وَبَعْدَ ذٰلِكَ الطَّامَّةُ الطَّامَّةُ، ثُمَّ وَضَعَ

رِجُلَهُ مِنَ الْمِنبَرِ لِيَنْزِلَ فَقَامَ اِلَيهِ عُنُقٌ مِنَ النَّاسِ كُلٌّ يَقُولُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِ الطَّامَّةُ الطَّامَّةُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ حَبِيبِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُولُ: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيمَانُهَا ثُمَّ قَالَ: أَلَا وَلَا تَسْأَلُونِي عَمَّا بَعْدَ ذٰلِكَ فَاِنَّ حَبِيبِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَهِدَ اِلَيَّ أَلَّا أُخْبِرَكُمْ بِهٖ (السنن الواردة فی الفتن للدانی)

''نزال بن سبرہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر تقریر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور تین مرتبہ فرمایا: لوگو! مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھ لو اس سے قبل کہ تم مجھے نہ پاؤ۔ اصبغ بن نباتہ کھڑے ہوئے اور پوچھا اے امیر المومنین! دجال کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: .... دجال اصفہان کے یہودیوں میں سے ایک ابتر حمار (مشینی سواری جس کی نسل نہ چلے گی) پر سوار ہو کر نکلے گا جس کے دونوں کانوں کے درمیان (چوڑائی کے رُخ دائیں سے بائیں) چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہے اور اس کے ایک ٹاپ (LANDING) سے دوسری ٹاپ کے درمیان چار راتوں کے عرصے جتنا فاصلہ ہے۔ کرۂ ارض پر وہ کئی ٹاپوں کے بعد وہیں واپس آجائے گا۔ (کسی سفر پر) اس کے سامنے دھویں کا پہاڑ (کسی طاقتور بم سے ہونے والی تباہی کا منظر) ہوگا اور اس کے پیچھے ایک دوسرا پہاڑ (دھماکے کے نتیجے میں تباہی کا منظر) ہوگا۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (سامنے کی نمایاں جگہ پر) کافر لکھا ہوگا (جیسا کہ دوسری روایت میں ہے ک ف ر لکھا ہوگا اور یہ اسرائیل کی فضائیہ کا نشان ہے) جسے ہر مؤمن پڑھ سکے گا۔ اس کی داہنی طرف آنکھ نہیں ہوگی۔ اس کے پاس جنت اور دوزخ ہوگی اس کی جنت دراصل دوزخ ہے اور اس کی دوزخ دراصل جنت ہے جو کوئی اس کی دوزخ میں مبتلا ہو جائے اسے چاہیے کہ سورۃ الکہف کے آخر سے پڑھے اس طرح اس پر اس کی آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک آدمی پر تسلط دے گا وہ اس کو قتل کرے گا پھر اس کو اللہ کے حکم سے زندہ کر دے گا پھر کہے گا کہ میں تمہارا بڑا

رب ہوں پھر کہے کہ گا میری طرف آؤ، میری طرف آؤ، میں نے ہی بنایا ہے اور درست کیا ہے، اندازہ ٹھہرایا ہے اور راہ دکھایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولے گا۔ اس کے اکثر پیروکار دس کے بدلہ بارہ لینے والے سود خور اور حرامی لوگ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سہ پہر کے وقت ملک شام میں افیق گھاٹی پر قتل کر دے گا۔۔۔۔۔۔ سنو! اس کے بعد صفا پہاڑ سے دابہ کا نکلنا ہے۔ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، مشرق و مغرب کے لوگ اس کو دیکھیں گے۔ وہ آواز دے گا ''لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے'' وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے ساتھ ہر منافق کی پیشانی پر نشان لگا دے گا اور اس کے چہرے پر لکھ دے گا کہ یہ پکا کافر ہے اور انگوٹھی کے ساتھ ہر مؤمن کی پیشانی پر مہر لگائے گا کہ یہ پکا مؤمن ہے۔ مومن کہے کہ اے کافر اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے تجھ جیسا نہیں بنایا اور کافر کہے کہ اے مومن کاش میں آج تجھ جیسا ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا۔.......... اور سنو! اس کے بعد الطامہ الطامہ (بڑی مصیبت) ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے منبر سے اترنے کے لیے اپنا پاؤں رکھا تو ان کے سامنے لوگوں کی گردنیں اٹھیں ہر ایک کہتا تھا کہ اے امیر المومنین! الطامہ الطامہ کے بارے میں ہمیں بتائیں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس کے بعد کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا۔ سنو! اس کے بعد کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا کیونکہ میرے حبیب نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ میں تمہیں اس کے بارے میں نہ بتاؤں''۔

الدّآبّۃ

ہر دور میں علم کی ایک سطح ہوتی ہے۔ آسمانی علوم (وحی و احادیث) کی معلومات و اشارات تو اپنی جگہ حتمی ہوتے ہیں مگر انسان جنہوں نے اپنے ذہن کے مطابق ان کا 'تصور' (CONCEPT) اپنے ذہن میں بنانا ہوتا ہے ان کے ذہن کا سانچہ اپنے ماحول کے علوم کی سطح اور

ظروف واحوال سے بالاتر نہیں ہوسکتا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آج سے چار صدیاں پہلے الدابہ سے متعلق احادیث سے جو نقشہ کھینچا ہے وہ مظاہر حق سے یہاں درج کیا جارہا ہے:

''دابۃ الارض سے مراد عجیب الخلقت اور نادر شکل کا جانور ہے جو مسجد حرام میں کوہِ صفا ومروہ کے درمیان سے برآمد ہوگا اور جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ان الفاظ اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً مِّنَ الۡاَرۡضِ کے ذریعے کیا گیا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ اس عجیب الخلقت جانور کی شکل یہ ہوگی کہ چہرہ انسانوں کی طرح، پاؤں اونٹ کی طرح، گردن گھوڑے کی طرح، سرین ہرن کی طرح، سینگ بارہ سنگے کی طرح اور ہاتھ بندر کی طرح ہوں گے۔ اس کے نمودار ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ کوہِ صفا جو کعبہ کی مشرقی جانب واقع ہے' یکایک زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس میں سے یہ جانور نکلے گا اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی، تمام شہروں اور علاقوں میں اتنی تیزی کے ساتھ دورہ کرے گا کہ کوئی فردِ بشر اس کا پیچھا نہ کرسکے گا اور دوڑ میں اس کا مقابلہ کرکے اس سے چھٹکارا نہ پاسکے گا۔ جہاں جائے گا ہر شخص پر نشان لگا تا جائے گا جو صاحب ایمان ہوگا اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے چھوئے گا اور اس کی پیشانی پر 'مؤمن' لکھ دے گا اور جو کافر ہوگا اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے سیاہ مہر لگا دے گا اور اس کے منہ پر کافر لکھ دے گا۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا ایک دفعہ تو حضرت امام مہدی کے زمانہ میں پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اور پھر آخری دفعہ آفتاب کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے بعد''۔ (مظاہر حق)

روایات کی تطبیق اور عصر حاضر کا ماحول

آج کا دور یقیناً قربِ قیامت کا دور ہے اور قیامت کی نشانیاں کچھ ظاہر ہورہی ہیں کچھ ظاہر ہوچکی ہے ہیں اور بعض ابھی پردہ غیب میں ہیں۔ مثلاً حدیث جبریل علیہ السلام میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں وارد ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبریل نے انسانی صورت

میں آ کر رسول اللہ ﷺ سے مختلف سوال کیے جبکہ صحابہ کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ ان سوالوں میں ایک سوال یہ تھا کہ ''آپ مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے'' جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مسئول کا علم سائل سے زیادہ نہیں''۔ پھر سوال کیا کہ...... فَأَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا (اس قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجیے) جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَ أَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ یعنی اولاد (بالخصوص بیٹیاں) نافرمان ہو جائیں گی اور والدین پر ایسے حکم چلائیں گی جیسے والدین ان کے غلام ہیں۔ اور تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن رہنے والے تنگدست لوگ (جن کے پاس یک لخت بہت پیسہ آ جائے گا) اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے (یہ معاملہ آج امارات، مکہ، مدینہ، کویت وغیرہ میں آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے جہاں تیل کی دولت کی ریل پیل سے گزشتہ دو عشروں سے یہ صورت جاری ہے)۔

الدابہ کا ذکر روایات میں بھی موجود ہے اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ قرآن مجید میں دابّۃ من الارض یعنی زمین میں یا روئے زمین پر۔ جبکہ اصطلاحاً دابۃ الارض کے الفاظ زیادہ مستعمل ہو گئے جس میں دابہ کی اضافت زمین کی طرف کر دی گئی جس سے انسانی ذہن پھر زمینی مخلوق اور قدرتی جانوروں کی طرف آ جاتا ہے۔ قرآن پاک کے الفاظ 'دابۃ من الارض' کی روشنی میں احادیث کی تطبیق ہمارے ناقص ذہن کے مطابق کچھ یوں بنتی ہے کہ ہمارے نزدیک دابہ کے معنی سواری کے بھی ہیں اور آج کی مشینی سواریاں ہی خروجِ دابہ کے ذیل میں آتی ہیں (یہ تطبیق کسی طرح بھی حرفِ آخر نہیں ہے اس پر اہل علم اپنی آراء سے نوازیں گے تو انہیں بھی انہیں صفحات میں جگہ دینے کی کوشش کریں گے)۔

جامع الصغیر کی حدیث جو حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس کی تفاصیل یہ ہیں:
1۔ دابہ ظاہر ہو گا۔ 2۔ لوگ اس 'دابہ' کو خریدیں گے، بیچیں گے۔ 3۔ خریدنے والا اس دابہ کے ناک (سامنے نمایاں جگہ) پر اس کو نشان زدہ کریں گے (گویا گاڑی کی نمبر پلیٹ کی طرف اشارہ ہے)۔ 4۔ لوگ اس دابہ کو گھروں پر رکھیں گے، فخر کریں گے۔ 5۔ آپس میں لوگ پوچھیں گے کہ کہاں سے (کتنے میں) خریدا۔ 6۔ خریدنے والا کہے گا کہ ایک آدمی اس کو نشان زدہ کروا کر لایا تو

میں نے اس سے یہ 'دابہ' خرید لیا (گویا سیکنڈ ہینڈ گاڑی خریدی ہے)۔ 7۔اس 'دابہ' کے ساتھ ایک سرکاری مہر شدہ (خاتم سلیمانؑ) تصدیق ہوگی۔ 8۔اس دابہ کے مالک کے پاس ایک عصائے موسیٰؑ یعنی روٹ پرمٹ/ڈرائیونگ لائسنس کے طرز کے جواز کے کاغذات ہوں گے۔

دوسری روایات میں 'الدابہ' سے متعلق مزید معلومات بھی ہیں۔الدابہ کی کئی اقسام ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں وارد ہے (45:24) اس کی روشنی میں دو پہیوں پر چلنے والی گاڑیاں، چار پہیوں پر چلنے والی گاڑیاں، رینگنے والی گاڑیاں (جیسے فوجی ٹینک اور بعض کرینیں اور دیگر مشینری) اڑنے والی سواریاں (جیسے چھوٹے بڑے جہاز، ہیلی کاپٹر وغیرہ)، پانی میں چلنے والی سواریاں (سمندری جہاز، آبدوزیں وغیرہ)۔

- اسی طرح گاڑیوں میں ٹرک، ٹرالر، حکومتی گاڑیاں، ایمبولینس، پولیس کی چیکنگ والی گاڑیاں اور ٹریفک پولیس کی گاڑیاں وغیرہ وغیرہ۔
- اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ یہ 'سواریاں' یعنی الدابہ صفا پہاڑ کے نیچے سے نکلے گا آج سے دو عشرے قبل تک اس کا تصور ایک خیالی اور ماورائی تصور ہی ہوسکتا تھا۔حرم مکی کی حالیہ توسیع کے دوران جو زیر زمین سرنگوں اور سڑکوں کا وسیع نظام قائم کیا گیا ہے اس سے ایک سرنگ صفا پہاڑی کے قریب سے ہی نکلتی ہے اور اس سے ٹریفک جاری ہے۔
- دجال' کے ظہور کے وقت اس کے پاس جو سواری ہوگی اس کی وضاحت رسالت مآب حضرت محمد ﷺ نے خوب فرمائی ہے۔آپ کے الفاظ مبارکہ ہیں 'حمارٌ ابتر' ایسا گدھا (سواری) جس کی نسل نہیں چلے گی۔ ہمارے نزدیک اس سے مراد جدید مشینی سواری (ہوائی جہاز وغیرہ) ہے جو فیکٹریوں میں بنتے ہیں عام حیوانات کی طرح نسل کشی سے نہیں بڑھتے۔(واللہ اعلم)
- قرآن پاک میں اس 'دابہ' کے بارے میں ہے 'تُکَلِّمُھُمْ' ......تکلیم یا کلام کے معنی باتیں کرنا یا بولنا بھی ہے اور زخمی کرنا بھی ہے......اس سے مراد ہے کہ یہ 'الدابہ' لوگوں کو حادثات کے ذریعے زخمی بھی کرے گا اور اس 'الدابہ' میں نصب شدہ آلات سے آڈیو ویڈیو سے استفادہ بھی ہو سکے گا پھر فوجی گاڑیوں یا اہم گاڑیوں میں نصب شدہ وائرلیس سسٹم کے ذریعے لوگوں سے باتیں بھی ہوسکتی ہیں جیسے پولیس کی گاڑیاں ایمبولنس وغیرہ وغیرہ۔

- آپ ﷺ نے دجال کی مشینی سواری کے بارے میں فرمایا کہ اس کے اوپر سننے کے آلات نصب ہوں گے جن سے وہ سنے گا اور ان (کانوں) کے درمیان فاصلہ چالیس ہاتھ (80فٹ یا اس کے لگ بھگ) ہوگا۔ آج کل یہ سواری ہوائی جہاز ہی ہوسکتا جس کے پروں پر مواصلاتی رابطے کے آلات نصب ہوتے ہیں۔

الحاصل ہماری ناقص رائے میں الدابّہ کے الفاظ جو اشراط الساعہ والی حدیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں ان سے آج اس قربِ قیامت کے دور میں مشینی سواریاں ہی مراد ہوسکتی ہیں، 'الدجال' بھی ایسی ہی کسی سواری پر آئے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری بھی ایسی ہی کسی جدید سواری پر ہوگی جس کی طرف احادیث میں واضح اشارے ہیں اور چودہ صدیاں قبل آج کے دور کی ترقی اور سواریوں کی تعبیر (زبان کی محدودیت کے باوجود) اس سے زیادہ ممکن ہی نہیں تھی جو آپ ﷺ نے فرمادی ہے۔ واللہ اعلم

پس نوشت

اوپر درج تفاصیل اہلِ سنّت کے تصوّرات کے مطابق ہیں۔ اہلِ تشیّع کے تصورات میں 'الدابۂ جو الفاظ وارد ہیں اس سے ان کی مراد ــــــ بالفعل ایسا جانور ہوگا جس کا دھڑ شیر کا ہوگا اور چہرہ انسانی شکل کا ہوگا۔ اس تصور کو عملی شکل میں ان کے اہل علم نے تصوراتی شکل دے کر سامنے بھی رکھ دیا ہے۔ حبیب بینک لمیٹڈ کے سرکاری نشان (INSIGNIA) میں ایک شیر بنا ہوا ہے اور اس کا چہرہ انسانی شکل کا ہے اس پر ایک تلوار بنی ہوئی ہے اور اس پر مشہور عربی جملہ "لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ وَ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَّارِ" بھی درج ہے۔

یاد رہے ان کے ہاں بعض روایات میں اس 'الدابۂ پر انسانی چہرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہو گا۔ حبیب بینک کے نشان پر درج جملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔ حبیب بینک اور 'الدابۂ' کا آپس میں کیا تعلق، یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ابھی تک اس کی کوئی وضاحت سامنے نہیں آسکی۔ اہل تشیع کے ہاں یہ 'الدابۂ' نکلے گا اور 'مومن' اور کافر کو نشان کرتا جائے گا یعنی اس طرح مخلصین اہل تشیع اور غیر اہل تشیع میں واضح فرق قائم ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

نظریۂ سازش، کرونا اور کسنجر

محمد دین جوہر

عصر حاضر کی ایک خاص علمی زبان ہے اور اعلام و تفہیم کا ایک خاص معیار ہے، اس معیار کی خامیوں پر بات ہوسکتی ہے مگر عصرِ حاضر میں انسان دوست، خدا دوست، وحی دوست اور ماحول دوست جو بات بھی کہی جائے وہ اسی علمی زبان اور معیار پر کہی جائے گی تو پڑھی جائے گی اور عالمی سطح پر باضمیر انسانوں کو متاثر کرنے کی صلاحیت سے مسلّح بھی ہوگی وگرنہ عالمی سطح پر وہ طبقہ جو موجودہ عالمی صہیونی ابلیسی تہذیب سے متاثر ہے، نہ اس سے اثر قبول کرے گا اور نہ قابل التفات سمجھے گا۔ قابل احترام محمد دین جوہر صاحب اسی مطلوبہ معیار پر بات کرنے کا فن جانتے ہیں۔ (مدیر)

آفاق بالعموم دو چیزوں کا مجموعہ ہے: تاریخ اور فطرت۔ واقعاتِ تاریخ اور مظاہرِ فطرت کی تفہیم اور تعبیر کے لیے عقلی علوم ایک لازمی ضرورت کا درجہ رکھتے ہیں۔ تاریخی واقعات اور مظاہرِ فطرت نسبتوں کے طویل سلسلے کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتے ہیں، اور صرف حسی اور مشاہداتی نہیں ہوتے۔ واقعات اور مظاہر کے وہ پہلو یا نسبتیں جو غیر حسی ہیں، عقل کی نظری کارفرمائی سے سامنے لائی جاتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، ہر تاریخی واقعہ اور ہر مظہرِ فطرت حسی اور نظری اِدراک کے مجموعے سے تفہیم کی شرائط پوری کرسکتا ہے۔ عقلی علوم کی عدم موجودگی میں فطرت کے مظاہر کی تعبیر تو ہم پرستی اور تاریخی واقعات کی تفہیم نظریۂ سازش کا شکار ہو جاتی ہے۔

توہم پرستی اور نظریۂ سازش انسانی معاشروں میں انفرادی سطح پر ہمیشہ موجود رہتے ہیں، لیکن اگر وہ معاشرے کے لیے ضروری علم کی جگہ لے لیں تو ہلاکت کا درجہ رکھتے ہیں، کیونکہ عقلی علوم کی عدم موجودگی میں عمل کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔

آفاق میں انسانی عمل کے واقعاتی سیاق کو جاننا اور سمجھنا ہماری مذہبی ضرورت ہے، کیونکہ آفاق اب صرف انسانی عمل کا ظرف نہیں رہا بلکہ مشینی اور میکانکی عمل اس پر مکمل طور غالب آ چکا ہے۔ اسی باعث عمل کو صرف نیت اور قدرت تک محدود کیے رکھنا اور انہیں حوالوں سے اس پر فیصلہ دینا تفہیم کو ناممکن بنا دیتا ہے اور ہماری تہذیبی پسماندگی کا باعث ہے۔ تاریخ اور فطرت میں انسانی عمل کی نتیجہ خیزی عقلی علوم سے مشروط ہے۔ توہم پرستی اور نظریۂ سازش انسان کو تاریخی اور فطرتی مظاہر کا کھلونا بنا دیتے ہیں، اور وہ اپنے منصبِ انسانیت سے گر جاتا ہے، اور اس کی موت اس کی زندگی کی طرح بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

ہمارے ہاں توہم پرستی اور نظریۂ سازش ہر وقت فعال رہتے ہیں، اور انہوں نے ہمارے دماغ کا بھرتہ بنا دیا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں ایک اور رجحان اس سے بھی خطرناک ہے، اور وہ دورِ فتن کی احادیثِ مبارکہ اور ایمانیات کو تاریخ پر وارد کرنا ہے۔ کافر اور مسلمان میں ظاہرِ آفاق مشترک ہے، اور وہ تاریخ اور فطرت ہے۔ لیکن تقدیر اور تکوین بھی آفاق ہی میں ظاہر ہوتے ہیں۔ تاریخ اور فطرت عقلی علوم کا موضوع ہے، اور ان میں عمل شریعت کے تابع ہے، جبکہ تقدیر اور تکوین ایمانیات کا موضوع ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک جن واقعات کی پیش گوئی فرمائی ہے وہ بعینہٖ ظہور میں آئیں گے، اور وہ ارشادات مبارکہ ہمارا جزو ایمان ہیں۔ ان پیش گوئیوں کا تعلق تقدیری اور تکوینی امور سے ہے، اور ان میں ایک زمانی تعمیم ہے۔ تاریخ زمانی تخصیص کا نام ہے اور اس میں رہنمائی کے لیے شریعت موجود ہے۔ تاریخ کو امور تکوین کی روشنی میں دیکھنا انفرادی اور اجتماعی عمل کے راستے مسدود کر دیتا ہے اور شریعت اور عقل سے دستبرداری کی ایک آڑ ہے۔ کسی بھی تاریخی صورت حال کے روبرو ان رویوں کے علاوہ ایک چوتھا رویہ بھی بہت عام ہے اور وہ حالتِ انکار کا ہے۔ حالتِ انکار کی ہیئت عموماً اخلاقی ہوتی ہے جس میں ایمانیات کا خفیف تڑکا بھی بعض اوقات لگا ہوتا ہے۔ آپ اگر کسی بھی وسیع تر تاریخی

صورت حال کا تجزیہ کرنا چاہیں تو جواب عموماً مایوسی پھیلانے کے الزام کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ یہ الزام حالت انکار کے لیے زرہ کا کام کرتا ہے۔ صورتِ حال کو دیکھنے کا پانچواں رویہ جدید سماجی اور سائنسی علوم کی متداول تفہیم کے برعکس، مغربی معاشروں کی ریس کا ہے۔ ذہن سے دستبرداری کی حالت میں مغربی عمل کی غلامانہ ریس جدید دنیا کو ہمارے لیے سرے سے قابل تفہیم ہی نہیں رہنے دیتی۔

طاقت اور سرمائے کا موجودہ عالمی نظام صرف تجربے اور مشاہدے سے سمجھ میں آنے والی چیز نہیں ہے۔ اس کی ساخت اور فعلیت کی بنیادی ترین نسبتیں حس اور مشاہدے سے بہت آگے کی چیز ہیں، اور مکمل طور پر نظری ہیں اور عقلی علوم اور فکری تجزیے کا موضوع ہیں۔ کرونا سے پیدا ہونے والی صورتِ حال کو توہم پرستی، نظریۂ سازش، ایمانی فرجامیات، واعظانہ حالتِ انکار یا غلامانہ ریس سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہاں، ان سے دل کی تسلی مقصود ہو تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ موجودہ کرونائی لمحے کو تازیانہ بنا کر عالمی ریاست تاریخ کو جس سمت میں ہانک رہی ہے، اس کو تجزیے اور عقلی علوم کے ذریعے سمجھنا مشکل نہیں ہے، لیکن یہ شاید ہماری ترجیح نہیں ہے۔ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

؎ زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
تیرا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

اس میں کچھ شک نہیں کہ موجودہ صورتِ حال تاریخ میں کوئی نظیر نہیں رکھتی اور اس کی تفہیم میں چند در چند مشکلات یقیناً حائل ہیں، لیکن خود ان تفہیمی مشکلات کو بھی عقلی تجزیے کے ذریعے ہی دور کیا جا سکتا ہے۔

حال ہی میں امریکی سیاست کے پیرِ تسمہ پا ہنری کسنجر نے کرونائی وبا اور اس سے پیدا ہونے والی ممکنہ سیاسی اور سکیورٹی صورت حال پر اظہار خیال کیا ہے۔ اس موقع پر کسنجر کے بارے میں اقبال احمد کی رائے کو دیکھ لینا محترم قاری کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔ کسنجر نے وال اسٹریٹ جرنل میں تین اپریل کو شایع ہونے والے اپنے مختصر مضمون میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ کرونا ایک وبا سے کہیں بڑھ کر ایک معاشی، سیاسی اور سکیورٹی مسئلہ بن چکا

ہے، ایک ایسا مسئلہ جو عالمی نظام ہی کو تہہ و بالا کر دے گا۔ ان کے خیال میں کرونا سے پیدا ہونے والے مسائل کے حل میں ناکامی دنیا کو چتا میں بدل دے گی۔ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ چتا کیسے بھڑکائی گئی ہے اور کون اس میں بھسم ہونے کو ہے۔ مضمون کی مجموعی فضا وہی ہے جو عموماً اس وقت دیکھنے میں آتی ہے کہ جب لوگ یہ بتا رہے ہوتے ہیں کہ عید آئے گی تو وہ کیا کریں گے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عالمی ریاست کو تاریخ کے کرونائی لمحے کا انتظار تھا۔

کسنجر کے مضمون میں اہم بات یہ ہے کہ وہ صرف امریکہ سے مخاطب ہیں۔ گویا کرونا سے ایک مطلوبہ موقع حاصل ہو گیا ہے کہ امریکہ اپنی ترجیحات پر ورلڈ آرڈر کو از سر نو کیسے منظّم کر سکتا ہے۔ کسنجر نے ورلڈ آرڈر کی تنظیم نو میں امریکی تہذیبی اور سیاسی تناظر بعینہٖ رکھنے اور اسے مزید مضبوط بنانے پر بہت زور دیا ہے۔ موجودہ دنیا میں ''ورلڈ آرڈر'' کی کوئی گفتگو چین اور روس کا نام لیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی، اور کسنجر نے ان کا نام تک لینا ضروری نہیں سمجھا۔ انہوں نے امریکہ کو تین نصیحتیں کی ہیں۔ ایک یہ کہ طبی سائنس کو، جو مشینی ذہانت سے بروئے کار لائی گئی شماریاتی اور ٹیکنیکل تشخیص کا کرشمہ ہے، نئی فنی بنیادیں فراہم کرنے کی فوری ضرورت ہے۔ انہوں نے جدید طب کی سائنسی اور نظری بنیادوں کی کوئی بات نہیں کی کیونکہ وہ کبھی بھی موجود نہیں رہی ہیں اور ان پر گفتگو کارپوریٹ قوتوں کے لیے تشویشناک ہو سکتی ہے۔ دوم یہ کہ وبا نے انسانوں کی طرح معاشی نظام کو بھی گھائل کیا ہے، اور امریکی قیادت کو مارشل پلان کی طرز پر اس کے اندمال کی نصیحت کی ہے۔ دنیا کی مخدوش آبادیوں میں لازمی ظاہر ہونے والے انتشار اور نزاع کے اثرات کو کم کرنا بھی ان کے خیال میں ضروری ہے۔ لیکن یہ محلِ نظر ہے کہ معاشی نظام کے گھاؤ صرف وبا سے پیدا ہوئے ہیں، کیونکہ معاشی نظام کی بندش تو ایک سیاسی اور انتظامی فیصلہ ہی تھا اور عالمگیر سطح پر اس کو ممکن بنانے کے وسائل بھی صرف عالمی ریاست ہی کے پاس ہیں۔ بندش سے انسانی معاشروں کو ہونے والے نقصانات جنگ کے نتیجے میں مرتب ہونے اثرات سے کہیں زیادہ ہیں۔

ہنری کسنجر کی تیسری نصیحت بہت اہم، توجہ طلب اور معنی خیز ہے۔ ان کا یہ کہنا درست ہے کہ موجودہ ورلڈ آرڈر لبرل بنیادوں پر کھڑا ہے، اور کرونائی لمحے نے اس کے لیے نئے خطرات اور سوالات پیدا کر دیے ہیں۔ لبرل اصول نہ صرف عالمی نظام کی بنیاد ہیں بلکہ جدید مغربی

ریاستوں کی بنیاد بھی انہی اصولوں پر اٹھائی گئی ہے۔ وہ اس امر پر اصرار کرتے ہیں کہ عالمی نظام کی بنیادوں میں کارفرما ان ''اصولوں'' کا تحفظ ضروری ہے۔ ان اصولوں کا تحفظ وعظ و نصیحت سے نہیں بلکہ مکمل فوجی قوت سے کیا جائے گا اور ان کے خیال میں عسکری قوت کا استعمال ہی مغرب کے لبرل اصولوں کے تحفظ کی واحد ضمانت ہے۔

ہنری کسنجر مغربی جمہوریتوں اور عالمی نظام کی بنیادوں کو بیک وقت ''اصول'' (principles)، ''بنیادی اسطورہ'' (founding legend)، ایک فلسفیانہ ''تصور'' (concept) اور تنویری ''قدر'' (value) قرار دیتے ہیں۔ وہ چونکہ زور والے ہیں اس لیے ان کی ہفوات بھی علم کے زمرے ہی میں شمار کی جائیں گی۔ ان کی نصیحت یہ ہے کہ ''تنویری اقدار'' کی حفاظت لبرل جمہوریتوں کی اوّل ذمہ داری ہے، اور اس امر کے اعادے کی ضرورت نہیں کہ اسے صرف عسکری ذرائع اور وسائل سے ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ پس منظر کرونا کی وبا ہے، اور تیاری مکمل جنگ کی ہے۔ عالمی بندش، اقوام متحدہ کی گماشتہ تنظیموں کے تجزیے اور ہدایت نامے، سائنسی علم کی دیوٹی، اور سماجی علوم کی کاسہ لیسی سب اسی جنگ کا ایندھن فراہم کر رہے ہیں۔ چین کے خلاف ایک عالمی کیس بنایا جا رہا ہے اور بھوک اور وبا کے خوف سے کمزور اقوام کی لام بندی بھی بہت شد و مد سے جاری ہے۔

تنویری اقدار کے تناظر میں، ہنری کسنجر نے ''شہر بافصیل'' کی تمثیل استعمال کرتے ہوئے نہایت خوفناک امکانات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جدید ریاست ایک فصیل کردہ شہر کی مانند ہے، شہر پناہ سے باہر کی دنیا دشمن ہے، اور 'راجہ' کا بنیادی مقصد فصیل کردہ شہر یعنی جدید ریاست کو اس دشمن دنیا سے محفوظ رکھنا ہے۔ شہر اور شہر پناہ یعنی جدید ریاست کا جواز یہ ہے کہ اس کا راجہ اپنے لوگوں کی بنیادی ضروریات یعنی تحفظ، نظم و ضبط، معاشی خوشحالی اور عدل کو یقینی بنائے۔ وبائے کرونا نے اس فصیل کردہ شہر یعنی جدید ریاست کی از سرِ نو بحالی کا تقاضا جو بالکل مندرس (anachronistic) ہے ایک بار پھر سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ یعنی فصیل شہر سے باہر کے دشمن کو پیچھے دھکیلنے، اسے اپنی جگہ پر رکھنے اور اپنے گھر کو ناقابل تسخیر بنانے کی ضرورت از سرِ نو پیدا ہوگئی ہے۔ ہنری کسنجر فرما رہے ہیں کہ موجودہ صورت حال میں مغرب اور عالمی ریاست کا بنیادی

فریضہ اس مندرس تصور کو عسکری قوت سے فعال بنانا ہے، اور اس ایجنڈے کو بروئے کار لاتے ہوئے طاقت اور جواز میں توازن کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہے، یعنی فوجی کاروائی میں تنویری اقدار کے جھنڈے کو ہر حال میں سر بلند رکھنا ہے تا کہ تہذیب کا التباس باقی رکھا جا سکے۔

کسنجر کے مختصر تجزیے اور نصیحت میں یہ امر مکمل نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ مغرب میں جدید ریاست کے ظہور کے بعد سے شہر پناہ سے باہر کی 'دشمن' دنیا نے کبھی اس پر کوئی حملہ نہیں کیا اور نہ اس کے لیے کبھی خطرے کا باعث بنی ہے جبکہ مغرب اور اس کی پیدا کردہ جدید ریاست اس دنیا کو گزشتہ تین سو سال سے تاراج کرتی چلی آتی ہے۔ اب مغرب کی لوٹ مار میں چونکہ چند در چند مشکلات پیدا ہو گئی ہیں اس لیے مغرب اور عالمی ریاست نے کرونائی لمحے میں دنیا کے معاشی نظام کی بندش سے ایک نئی جنگ کا آغاز کیا ہے۔ یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ آیا مغرب اور عالمی ریاست کرونائی لمحے کو استعمال کرتے ہوئے اپنے مزعومہ مقاصد پورے کرنے میں کامیاب ہو سکے گی یا نہیں؟

کسنجر اس امر پر خاموش ہیں کہ جنگ عظیم دوم تک سرزمین یورپ انسان کے لہو سے جولالہ زار رہی ہے اور اس میں جو علم لہرایا گیا وہ انہیں تنویری اقدار ہی کا تھا۔ ہنری کسنجر کو شاید اس بات کا یقین ہے کہ اب تنویری اقدار کے جھنڈے تلے واقع ہونے والے فوجی اور سکیورٹی عمل سے جو خون بہے گا وہ مغرب کی شہر پناہ سے باہر دشمن سرزمینوں میں ہو گا اس لیے اہل یورپ کو مطمئن ہو کر ان کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي خِفَّةٍ مِنَ الدِّينِ، وَإِدْبَارٍ مِنَ الْعِلْمِ......

''جب دجال نکلے گا اُس وقت دین کی حالت خستہ ہوگی اور حصولِ علم سے روگردانی ہوگی......'' (الحدیث)

اسرائیل کو کیوں تسلیم نہیں کیا جانا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا

(بشکریہ ماہنامہ میثاق لاہور، جنوری 2021ء)

متحدہ عرب امارات اور بحرین کے اسرائیل کو تسلیم کر لینے کی خبر آنے کی دیر تھی کہ ہمارے ہاں کے ایک خاص طبقے نے بھی فوری طور پر اچھل کود شروع کر دی کہ پاکستان کو بھی اب اسرائیل کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ ہمارے نادان دوست یہ ''دانشورانہ'' دلیل دیتے ہیں کہ جن عربوں کا مسئلہ اسرائیل سے ہے وہ اگر اسرائیل کو تسلیم کرتے ہیں تو ہم پاکستانیوں کو کیا تکلیف ہے کہ ہم اسرائیل سے کُٹّی رکھیں اور ہمسایوں کے معاملات میں چوتھے محلے سے دخل اندازی کریں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ اپنی اس بودی دلیل کو بڑی ناقابل تسخیر دلیل سمجھتے ہیں۔ لاکھوں میں معاوضہ پانے والے ایک اینکر قوم کو اس کے مالی فوائد کی تفصیل سمجھا رہے تھے اور نہ تسلیم کرنے کے نقصانات بڑے خوفناک بتا کر اپنے ناظرین کو ڈرا رہے تھے۔ ایک ٹی وی اینکر کو اسرائیل کے ٹی وی چینل i24 نیوز کو انٹرویو دینے کا ''اعزاز'' حاصل ہوا ہے۔ بہرحال اِس باسی کڑاہی میں پھر اُبال آیا ہے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حق میں بولنے والوں کی تعداد اگرچہ آٹے میں نمک کے برابر ہے لیکن اُن کی چیخ وپکار اور ان کے شور شرابے نے آسمان سر پر اُٹھایا ہوا ہے۔ ہماری رائے میں پاکستان کو کیوں اسرائیل کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے؟ اِسے سیاسی اور مذہبی زاویے سے الگ الگ دیکھنے کی ضرورت ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح بانیٔ پاکستان اور بابائے قوم تھے اور پاکستان کے واحد

سیاست دان تھے جو غیر متنازعہ تھے۔انھوں نے اسرائیل کے قیام پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: "Israel is an illegitimate child of the West." یعنی اسرائیل مغرب کا ناجائز بچہ ہے۔ اسرائیل کے قیام سے کئی سال پہلے انھوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب تک ایک بھی مسلمان مرد اور عورت زندہ ہے، اسرائیل کے وجود کا کوئی جواز قابل قبول نہیں۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان جو قائداعظم کے دستِ راست تھے، وہ بحیثیت وزیراعظم پہلے سرکاری دورہ پر امریکہ گئے۔ وہاں یہودیوں نے اُنھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اُن کے اعزاز میں ایک شاندار ضیافت کا انتظام کیا گیا۔ اُس میں میزبان نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر پاکستان اسرائیل سے تعلقات پیدا کرلے تو پاکستان کو ناقابل یقین مالی فوائد پہنچائے جائیں گے یعنی پاکستان دن دُگنی رات چوگنی ترقی کرے گا۔ لیاقت علی خان نے اپنی جوابی تقریر میں کہا: "Gentlemen! Our souls are not for sale." یہ ٹکا سا جواب تھا یہ مسکت یعنی منہ توڑ جواب تھا۔ لہٰذا یہودیوں کا طویل عرصہ تک منہ بند رہا۔ میں جب اسرائیل نے مشرقِ وسطیٰ کی جنگ جیتی تو اس کا جشن پیرس میں منایا گیا۔ وہاں سابق اسرائیلی وزیراعظم بن گوریان نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ یہ عرب ہرگز ہمارے مقابل نہیں آ سکتے اِن کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہمارا اصل دشمن اور حریف پاکستان ہے جس سے ہمیں نمٹنے کے لیے تیاری کرنا ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان ہمارا نظریاتی حریف ہے۔ ہم دونوں نظریاتی ممالک ہیں (اگرچہ ہماری رائے میں اسرائیل نظریاتی نہیں، نسلی ملک ہے)۔ یاد رہے اُس وقت پاکستان ابھی ایٹمی قوت بھی نہیں بنا تھا لیکن یہودیوں کی تیز نگاہوں نے بھانپ لیا تھا کہ اُن سے ٹکرانے کی کون صلاحیت رکھتا ہے؟ جملہ معترضہ کے طور پر یہ بھی عرض کردینا مناسب ہوگا کہ عرب اسرائیل جنگ میں پاکستان کی فضائیہ میدان میں اُتری تھی اور اللہ کے فضل و کرم سے پاکستانی فضائیہ نے سوفی صد نتیجہ دیا تھا یعنی جتنے اسرائیلی جنگی طیاروں کا پاکستان سے مقابلہ ہوا، ان سب کو مار گرایا تھا۔ پھر کیا اہل پاکستان بھول گئے ہیں کہ اسرائیل نے بھارت کی مدد سے کہوٹہ پر حملہ کرنے کی متعدد بار کوشش کی تھی؟ اِس کا اعتراف پاکستان کے سابق وزیرخارجہ خورشید محمود قصوری عوامی سطح پر کر چکے ہیں۔

اگر آج ہم اسرائیل کو تسلیم کرنے کی ہمالائی غلطی کریں گے تو وہ ہمارے ہاتھ پاؤں بھی

اسی طرح باندھ دے گا جس طرح وہ مشرقِ وسطیٰ کے مسلمان ممالک کے باندھ رہا ہے۔ اب اگر کوئی بات سمجھنا چاہے تو انتہائی واضح ہے۔ وہ یوں کہ کیا کوئی انکار کرسکتا ہے کہ اسرائیل کی اصل منزل گریٹر اسرائیل کا قیام ہے اور یہ بات اس نے اپنی پارلیمنٹ کی پیشانی پر کندہ کی ہوئی ہے: ’’اسرائیل تیری سرحدیں نیل سے فرات تک‘‘..... بلکہ وہ تو مدینہ منورہ کو بھی اِس میں شامل کرتا ہے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حق میں ہونے والوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر اسرائیل کو پاکستان تسلیم کرلیتا ہے تو وہ اپنے اِس اصل ہدف سے جو اس کے بڑوں نے انیسویں صدی میں طے کیا تھا پسپائی اختیار کرلے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ اس کی پالیسی یہ دکھائی دے رہی ہے کہ جو گڑ سے مرے اسے زہر دینے کی کیا ضرورت ہے۔ گریٹر اسرائیل اصل ہدف ہے جو بہر صورت حاصل کیا جائے گا۔

اب آ جایئے کہ مذہبی نقطۂ نظر سے اسرائیل کو تسلیم کر لینے میں کیا رکاوٹ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی آخری اور حتمی کتاب قرآن پاک آغاز ہی میں یہودیوں کو مغضوب علیہم اور گمراہ قرار دیتی ہے۔ ہر مسلمان اپنی نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتا ہے، اِس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ گویا وہ اللہ تعالیٰ کا یہودیوں کے بارے میں یہ فتوی بار بار دہراتا ہے۔ یقیناً ایک وقت تھا جب یہودی ایک مسلمان قوم تھے۔ اللہ تعالی نے اپنی اِس قوم پر بڑی عنایات کیں۔ اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات عطا کیے تھے اس کے تمام تر فوائد تو بنی اسرائیل کو پہنچے۔ انھیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائی۔ دریا میں پانی کو دیواروں کی صورت کھڑا کر کے اللہ نے ان کے لیے راستہ بنایا۔ ان کے لیے من وسلوی اُترا۔ عصا کی ضرب سے ان کے ہر قبیلے کے لیے پہاڑ سے چشمے جاری ہوگئے۔ انھیں دھوپ کی شدت سے بچانے کی خاطر بادل ان کے سروں پر چلتے رہے لیکن وہ ہمیشہ بدعہد قوم ثابت ہوئی۔ کبھی بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیتی اور کبھی نت نئے مطالبات کرتی، جو اکثر پورے کر دیے جاتے۔ لیکن انھوں نے وقت آنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر جہاد کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر انھوں نے انبیا علیہم السلام کو قتل کیا۔ لہٰذا وہ بحیثیت اُمت معزول کر دیے گئے۔ جتنا ان کا اعزاز واکرام کیا گیا تھا اتنی ہی بلندی سے وہ نیچے پھینکے گئے۔ پھر جب نبی آخر الزماں خاتم النّبیین والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ کی مخالفت جتنی شدت سے یہودیوں نے کی اتنی اہل کتاب میں سے کسی اور نے نہ کی۔ لہٰذا قرآنِ کریم کی سورۃ المائدہ (آیت 82) میں اللہ فرماتا ہے:

''(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!) تم لازماً پاؤ گے اہلِ ایمان کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔ اور تم لازماً پاؤ گے دوستی کے لحاظ سے اہلِ ایمان سے قریب تر ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاری ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی موجود ہیں اور مشائخ بھی، اور اس لیے بھی کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

مسلمانوں نے یہودیوں کو بدعہدی کی بنیاد پر پہلے مدینہ اور اس کے نواح واطراف سے نکالا اور بعدازاں خیبر سے انھیں نکالا گیا۔ عیسائیوں نے جب بیت المقدس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے مسلمانوں کے حوالے کیا تو یہ شرط رکھنا چاہی کہ وہ کبھی یہودیوں کو یہاں آنے کی اجازت نہ دیں گے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِس شرط کو تھوڑا سا نرم کر کے قبول کرلیا کہ یہودی یروشلم کو وِزِٹ تو کرلیا کریں لیکن وہ کبھی یہاں آباد نہیں ہوں گے۔

مسلمانانِ پاکستان کو یہ بھی یاد رکھنا ہوگا کہ تین مقدس ترین مقامات صرف وقت کے مسلمانوں کے لیے ہیں: مکہ، مدینہ اور بیت المقدس۔ یہاں اللہ کے کسی دشمن کا قبضہ مسلمان کسی صورت میں قبول نہیں کریں گے۔ تاریخ میں بیت المقدس پر جب بھی غیروں کا قبضہ ہوا مسلمان اِس قبضہ کو چھڑانے کی کوشش کرتے رہے۔ اب اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرتا ہے تو ظاہر ہے بیت المقدس پر اس کے قبضہ کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دجال اسرائیل کو اپنا ہیڈ کوارٹر یا مرکز بنائے گا۔ وہاں ہی سے وہ لوگوں کو جنت اور دوزخ دے رہا ہوگا یعنی اپنے ماننے والوں پر نوازشیں کر رہا ہوگا اور حقیقی مسلمانوں پر بدترین ظلم وستم ڈھا رہا ہوگا۔ آخری زمانے میں جو جنگیں ہوں گی اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں جہنم واصل ہوگا۔ تب وہ لد سے فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں اسرائیل نے ایک ائیر پورٹ بنا دیا ہوا ہے۔ کیا ہم اسے تسلیم کرلیں جس سے تاقیامت ہماری موجودہ اور آنے والی نسلوں سے جنگ طے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اِس قسم کے سوالات اٹھا رہے ہیں ان کی سوچ مادہ پرستانہ تو ہے ہی انتہائی سطحی اور احمقانہ بھی ہے۔ جو اپنے آج کے لیے دنیا میں بھی اپنے مستقبل کو تباہ کرلیتے ہیں اور آخرت کی شاید ان کو کوئی پرواہ نہیں۔ گویا چند ٹکوں کی خاطر دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔

ایک نومسلمہ بھارتی خاتون کی ایمان افروز باتیں

(ایک خوش قسمت بہن زینب چوہان سے ملاقات)

(کتاب ''نسیمِ ہدایت کے جھونکے''۔افادات داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب
مرتب: مفتی محمد روشن شاہ قاسمی مدظلہ۔انتخاب: میجر (ر) اخوانزادہ عباس حضرت)
(بشکریہ ماہنامہ غزالی پشاور، اکتوبر، نومبر 2020ء)

میں راجستھان کے ضلع چورو کے ایک راجپوت خاندان میں 20 اپریل 1968ء کو پیدا ہوئی۔ ہمارے پتا جی ہائی اسکول میں پرنسپل تھے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے ایک اسکول میں ہوئی۔ بعد میں چورو میں ایک ڈگری کالج سے میں نے بی اے کیا۔ ہنومان گڑھ کے ایک پڑھے لکھے خاندان میں 6 جون 1990ء کو میری شادی ہوئی۔ میرے شوہر رتلام، مدھیا پردیش میں نائب تحصیلدار تھے۔ وہ ہاکی کے بہت اچھے کھلاڑی رہے ہیں اور ان کو اسی بنیاد پر نوکری ملی تھی۔ دو سال تک میں اپنے سسرال ہنومان گڑھ میں رہی۔ بعد میں ہم رتلام ضلع کی ایک تحصیل میں جہاں میرے شوہر کی ملازمت تھی رہنے لگے۔ ٹرانسفر کی وجہ سے اجین اور بعد میں منرسور میں چھ سال رہے۔ اس دوران میرے یہاں دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئے۔ گھر پریوار (خاندان) سب کچھ اچھا تھا۔ ہم دونوں میں بہت محبت تھی، اچانک نہ جانے ہمارے گھر کو کسی کی نظر لگ گئی بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ ہدایت کی ہوا لگ گئی تو غلط نہ ہوگا۔ میرا حال عجیب ہے۔ میری زندگی کا بگاڑ میرے سنورنے کا ذریعہ بن گیا۔

میرے شوہر کے دفتر میں ایک برہمن لڑکی آشا کلرک تھی، بہت خوب صورت اور فعال (ACTIVE) بلکہ اگر میں کہوں کہ بہت فعال (OVER ACTIVE) تو یہ بات بھی سچ ہوگی۔ اس لڑکی کی ہر ادا میں، اس کی شکل میں، اس کی آواز میں، اس کے انداز میں، غرض ہر چیز میں بلا کی

کشش تھی۔ میرے شوہر کی خطا نہیں بلکہ لڑکی ویسی تھی کہ پتھر کی مورتی بھی اس کے سامنے پگھل جاتی۔ میرے شوہر اپنے کو بہت بچانے کی کوشش کرتے رہے اور سنبھلنے کی کوشش کرتے رہے مگر اللہ نے مرد وعورت کے رشتہ میں جذبہ رکھا ہے، وہ بچ نہ سکے اور اُس لڑکی سے ان کا تعلق ہو گیا، اب ہر وقت بس اس کی محبت میں گھلتے رہتے تھے، اس کا مجھے سو فیصد یقین ہے کہ جب تک انہوں نے شادی نہیں کی ان میں جسمانی تعلقات نہیں ہوئے، مگر ظاہر ہے کہ ایک جسم میں دو دل تو ہوتے ہیں نہیں۔ اس سے محبت کے ساتھ ان کا مجھ سے تعلق کم ہونا شروع ہو گیا، وہ شروع میں تو بہت کوشش کرتے تھے کہ مجھے کچھ پتہ نہ لگے مگر بات چھپ نہ سکی اور مجھے بھی پتہ لگ گیا اور دفتر میں بھی لوگوں کے علم میں آ گیا، مجھ سے بھلا کیسے برداشت ہو سکتا تھا، انتشار رہنے لگا۔ بات بگڑتی گئی اور انہوں نے پروگرام بنایا کہ مجھے چھوڑ کر اس سے شادی کر لیں۔

اس کے لیے انہوں نے مجھے ہنومان گڑھ چھوڑا، مئی 2000ء میں، بچوں کی چھٹیاں تھیں، وہ دہلی گئے، مجھے یہ بتایا کہ مجھے ٹریننگ میں جانا ہے۔ دہلی میں آشا شرما کو بلا لیا، آشا شرما نے ان کا ایک ساتھ ایک کمرے میں رہنے سے منع کیا کہ پہلے شادی کریں، اس کے بعد ایک کمرے میں رہ سکتے ہیں، انہوں نے دو کمرے شروع میں ہوٹل کے لیے، اس کے بعد وکیلوں سے مشورہ کیا، ایک وکیل نے مشورہ دیا کہ قانونی گرفت سے بچنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ آپ دونوں مسلمان ہو کر شادی کر لیں، یہ رائے ان کو پسند آئی، میرے شوہر نے آشا کو بھی اس کے لیے تیار کیا، شروع میں ایک ہفتہ تک تو وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتی رہی، مگر بعد میں بہت دباؤ دیکھنے پر راضی ہوئی۔ وہ دونوں جامع مسجد دہلی گئے، وہاں کے امام بخاری صاحب نے ان کو مسلمان کرنے سے انکار کر دیا۔ کئی مسجدوں میں میرے شوہر گئے مگر کوئی مسلمان کرنے اور کلمہ پڑھوانے کے لیے تیار نہ ہوا۔ ان کے وکیل نے انہیں بتایا کہ پرانی دہلی میں سرکاری رجسٹرڈ قاضی ہوتے ہیں، وہ نکاح پڑھاتے ہیں۔ میرے شوہر نے ان کا پتہ معلوم کیا اور پرانی دہلی کے قاضی صاحب کے پاس گئے، انہوں نے کہا کہ پہلے آپ دونوں مسلمان ہو کر مسلمان ہونے کا بیانِ حلفی سرکاری وکیل سے بنوا کر لاؤ۔ میرے شوہر نے کہا: آپ ہمیں مسلمان بنا لو۔ انہوں نے مسلمان کرنے سے انکار کر دیا اور آپ کے والد حضرت مولانا کلیم صاحب مدظلہ کے پاس جانے کو کہا۔

وہ دونوں اگلے روز پھلت گئے تو معلوم ہوا کہ مولانا صاحب دہلی گئے ہوئے ہیں۔ ایک اور مولانا صاحب نے ان دونوں کو کلمہ پڑھوا دیا اور بتایا کہ مسلمانوں ہونے کے کاغذات بنوالیں۔ میرٹھ ایک گپتا جی کا پتہ بھی بتا دیا۔ انہوں نے میرٹھ جا کر بیان حلفی بنوا دیا، اس کے بعد قاضی صاحب نے اپنی فیس لے کر ان دونوں کا نکاح پڑھوا دیا اور نکاح کو عدالت میں رجسٹرڈ کرانے کو بھی کہا۔

آشا نے ہمارے شوہر سے کہا کہ ہم جب مسلمان ہو گئے ہیں تو پھر ہمیں اسلام کو پڑھنا بھی چاہیے، انہوں نے اردو بازار سے ہندی اور انگریزی میں اسلام کی کتابیں خریدیں اور ہندی قرآن مجید بھی لے لیا۔ ان کو کسی نے مولانا صدیقی صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا، اوکھلا میں ایک مسجد میں تلاش اور کوشش کے بعد ان کی ملاقات بھی ہوگئی۔ مولانا نے ان کو اپنی کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' دی اور سمجھایا کہ بلاشبہ اپنے خاندان، اپنے پھول جیسے بچوں اور ایسی نیک بیوی کو چھوڑنا خود کیسی عجیب چیز ہے، مگر آپ سچے دل سے اسلام قبول کریں تو اللہ کے قبضے میں سب کچھ ہے، اس الجھی ہوئی زندگی میں وہ اچھی زندگی عطا کرے گا۔ مولانا صاحب نے یہ بھی کہا کہ آپ کو اپنی پہلی بیوی اور بچوں بلکہ سب خاندان والوں پر دعوت کا کام کرنا چاہیے۔ کم از کم دعا تو ہدایت کی ابھی سے شروع کر دینی چاہیے۔

میرے شوہر بتاتے ہیں کہ انہوں نے قرآنی آیت پڑھ کر یہ بات بتائی کہ جو بھی مرد ہو یا عورت اچھے کام کرے گا، شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اچھی اور پاکیزہ زندگی عطا فرمائے گا۔ میرے شوہر کہتے ہیں کہ اس آیت نے میری زندگی کو روشن کیا ہے۔ میرے شوہر کو تو شروع میں اسلام پڑھنے کا موقع نہ ملا، مگر آشا کو پڑھنے کا بہت شوق تھا، جیسے جیسے وہ اسلام کو پڑھتی گئی اسلام اس کے اندر اُترتا گیا۔ بچوں کی چھٹیاں ختم ہوئیں تو وہ بھوپال پہنچے مگر مجھے ہنومان گڑھ سے نہیں بلایا۔ آشا اجتماع میں جانے لگی، برقع منگوا کر پردہ کرنے لگی۔ میرے اور میرے گھر والوں کی طرف سے جب حد درجہ کی مخالفتیں ہوئیں اور میرے سسرال والے بھی میرے ساتھ تھے، تو آشا (اسلامی نام عائشہ) اور میرے شوہر نے مشورہ سے طے کیا کہ انہیں دہلی جا کر مولانا کلیم صاحب سے مشورہ کرنا چاہیے۔

وہ دہلی پہنچے۔ مولانا صاحب سے عائشہ نے کہا کہ حضرت! الحمدللہ مجھے تو اسلام سمجھ میں آگیا ہے، میرے دل میں تو یہ آتا ہے کہ اگر ساری زندگی مجھے جیل اور مشکلات میں گزارنی پڑے اور میرا ایمان سلامت رہ جائے تو مرنے کے بعد کی زندگی میں جنت بہت سستی ملے گی، اس لیے میرے دل میں آتا ہے کہ میرے شوہر کی پہلی بیوی نے ایک زندگی ان کے ساتھ گزاری ہے اور بہت محبت اور خدمت کے ساتھ گزاری ہے، اس بے چاری کی کیا خطا ہے، یہ اگر اس کے ساتھ جا کر رہنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، البتہ یہ دل چاہتا ہے کہ ان کا ایمان بچا رہے۔ یہ ان کے ساتھ جا کر رہیں اور ان کو مسلمان کرنے کی کوشش کریں، اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو ان سے نکاح کرلیں۔ مجھے چاہیں طلاق دے دیں یا رکھیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ کچھ وقت جماعت میں لگالیں تاکہ وہاں جا کر مرتد نہ ہوں۔

مولانا صاحب نے ان کی رائے سے اتفاق کیا، انہیں بہت شاباش دی، پھر میرے شوہر کو اس پر راضی کیا اور کہا کہ آپ عائشہ کی بات مان لیجیے۔ آپ چالیس روز جماعت میں لگا کر آئیں، آپ کی زندگی کے سارے مسائل مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ ضرور حل ہو جائیں گے۔ وہ تیار ہو گئے اور مولانا صاحب نے نظام الدین سے ان کو جماعت میں بھیج دیا۔ گجرات میں ان کا وقت لگا، حیدرآباد کی جماعت کے ساتھ وقت بہت اچھا لگا، ان کو بہت اچھے خواب دکھائی دیے اور الحمدللہ اسلام ان کے اندر آگیا۔

جماعت سے واپس آئے تو وہ عائشہ کے یہاں گئے۔ عائشہ نے انہیں ہنومان گڑھ آکر ہمارے ساتھ بات کرنے کو کہا، مگر ان کی ہمت نہ ہوئی۔ عائشہ خود داعیہ بن گئی تھی، اس کی بچپن کی کئی سہیلیاں اس کی کوشش سے مسلمان ہو چکی تھیں۔ عائشہ نے مجھے فون کیا کہ آپ بھی مسعود صاحب (میرے شوہر کا اسلامی نام) سے کب تک لڑائی اور مقدمہ بازی کرتی رہیں گی، آپ ایک بار دس منٹ کے لیے میری بات سن لیجیے، بس ایک روز کے لیے بھوپال آجائیے، میں ان سے الگ ہونے کو تیار ہوں۔ میں نے اس کو شروع میں تو بہت گالیاں سنائیں، مگر اس اللہ کی بندی نے ہمت نہ ہاری۔ بار بار فون کرتی رہی اور جب کسی طرح تیار نہ ہوئی تو اس نے مجھ سے کہا کہ اچھا پھر ہم اپنے اللہ سے کہہ کر بلوائیں گے۔

عائشہ بتاتی ہے کہ اس کے بعد اس نے دو رکعات صلوٰۃ الحاجات پڑھی اور اللہ کے سامنے فریاد کی: میرے اللہ! جب میں آپ پر ایمان لائی ہوں اور آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو آپ اس کے دل کو نرم کر دیجیے اور میرے مولیٰ اس کی ہدایت کا فیصلہ فرما کر اس کو یہاں بھیج دیجیے۔ اس کے بعد تہجد میں دعا کرتی رہی۔ اس اللہ والی کا اللہ کے ساتھ بہت ناز کا تعلق ہوگیا تھا۔ اس کی دعائیں میرے گلے کا پھندہ بن گئیں، تین دن کے بعد میرے دل میں ایم پی (مدھیا پردیش) جانے کا تقاضا پیدا ہوا۔ میں اپنے تینوں بچوں کو چھوڑ کر اپنے بھائی کے ساتھ وہاں پہنچی۔ میرے شوہر کو تو مجھ سے ملنے کی ہمت نہ ہوئی، عائشہ میرے پاس آئی اور مجھے اسلام قبول کرنے کو کہا اور مجھے سمجھایا کہ ان کے ساتھ رہنے کے لیے ایک ہی راستہ ہے کہ آپ بھی مسلمان ہو جاؤ اور مسلمان ہو کر آپ کا نکاح دوبارہ ان سے ہو جائے، اگر آپ ان کے ساتھ مسلمان ہو کر رہو تو میں الگ ہونے کو تیار ہوں، وہ رو رو کر میرے پاؤں پکڑتی اور خوشامد کرتی رہی، مرنے کے بعد کے حالات اور جہنم کی بات کرتی رہتی، اس کی بات میرے دل میں گھستی چلی گئی۔ یہاں تک کہ میرے دل میں آیا کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ میں نے مسلمان ہونے کو کہہ دیا۔ وہ مجھ سے چمٹ کر خوب روئی اور میرے شوہر کو فون کر کے بلایا۔ انھوں نے دو لوگ مزید بلا کر مہر فاطمی پر میرا نکاح ان سے پڑھوا دیا۔ عائشہ اپنے کپڑے لے کر میرا گھر چھوڑ کر چلی گئی۔

چند روز فاطمہ آپا، جن کے یہاں اجتماع ہوتا تھا، ان کے یہاں رہی اور پھر ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لے لیا۔ ایک ہفتہ تک وہ تھوڑے وقت کے لیے میرے یہاں آتی رہی اور مجھے مبارک باد دیتی، میری بلائیں لیتی اور کہتی زینب تم کتنی خوش قسمت ہو کہ اللہ نے تم پر کیسا رحم کیا کہ تمھیں ایمان دیا۔ اب اس ایمان کی قدر جب ہوگی جب تم اس کو پڑھوگی۔ وہ ایک ایسی لڑکی تھی جو اب شاید جنت میں رہتی تھی، بس اس کا جسم دنیا میں تھا، مگر اس کا دل و دماغ اور سوچ سب جنت و آخرت میں رہتی تھی۔ وہ اس دنیا کو بالکل ایک دھوکے کا گھر، ایک سفر جانتی تھی، اس کی باتوں میں ایسی سچائی اور محبت اور خلوص ہوتا کہ مجھے وہ دنیا میں اپنی سب سے بڑی خیرخواہ دکھائی دینے لگی۔

ایک ہفتہ کے بعد ایک روز مجھ سے کہا کہ اب میں اس گھر میں نہیں آؤں گی، اب آپ

کچھ وقت کے لیے میرے کمرے میں آیا کریں۔ میں ان کے کمرے میں جانے لگی۔ اپنے شوہر سے سارے مقدمے ہم نے واپس لے لیے۔ میں دفتر کے وقت میں کئی گھنٹے اس کے پاس گزارتی، اس نے مجھے قرآن مجید پڑھایا اور اردو شروع کرائی، ایک روز صبح گیارہ بجے میں (زینت) اس (عائشہ) کے پاس گئی۔ اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ جمعہ کا دن تھا۔ اس نے کہا ایک خوشی کی بات سناؤں۔ اب اللہ سے ملنے کے لیے اور جنت میں جانے کے لیے مجھے انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ رات میں نے خواب دیکھا ہمارے حضور ﷺ تشریف لائے تھے اور مجھ سے فرمایا: عائشہ یہ دنیا تو قید خانہ ہے، تم کب تک یہاں رہو گی؟ پیر کے دن ہم تمہیں جنت کے لیے لینے آئیں گے۔ یہ کہہ کر بہت ہنسی بس تین روز اور ہیں زینب، بس پھر وہیں ملیں گے۔ بہت اطمینان سے وہاں مزے میں رہیں گے۔

مجھے بہت عجیب سا لگا۔ اگلے روز میں وہاں گئی تو کل کی طرح ہشاش بشاش تھی، مجھے پڑھایا اور مجھ سے کہا کہ اللہ نے ہمیں ایمان دیا ہے تو اب ہمیں دوسرے لوگوں کو ایمان کی دعوت دے کر دوزخ کی آگ سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے، اتوار کے روز میں وہاں پہنچی تو میں نے دیکھا وہ چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ میں نے کہا عائشہ آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے صبح سے بخار آ رہا ہے، میں اس کو بہت زور دے کر ڈاکٹر کے یہاں لے گئی، دوا دلوائی اور کہا کہ کہو تو میں رک جاؤں یا پھر آپ ہمارے یہاں ہی چلیں۔ اکیلے بخار میں رہنا ٹھیک نہیں۔ وہ بولی مؤمن اکیلا کہاں ہوتا ہے اور یہ شعر پڑھا۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں اس کے گھر میں ہوں، اچانک ایک بہت حسین خوب صورت نورانی شکل کے حضرت تشریف لائے، حضرت مولانا کلیم صاحب بھی اسی گھر میں ہیں، مجھ سے کہا یہ ہمارے رسول اللہ ﷺ ہیں، عائشہ کو لینے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ اس کے بعد وہ عائشہ کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے۔ میری آنکھ کھلی تو مجھ پر خواب کی خوشی ہونے کے بجائے کہ پہلی مرتبہ پیارے نبی ﷺ کی زیارت ہوئی تھی، عجیب صدمہ سا ہوا۔ رات کے تین بج رہے تھے۔ میں نے اُٹھ کر تہجد کی نماز پڑھی اور بہت روئی، صبح سویرے میں عائشہ کے گھر پہنچی، بخار اس کو بہت زیادہ

تھا۔ میں نے پانی کی پٹیاں اس کے سر وغیرہ پر رکھیں، اس سے اس کو راحت ہوئی۔

مجھ سے کہا: ''زینب! تمہاری زندگی کو میں نے اجیرن کیا، مجھے معاف کرنا، خدا کے لیے دل سے معاف کر دینا، مگر اس مشکل کے بعد یہ ایمان جو آپ کو ملا ہے، پھر بھی بہت سستا سودا ہے۔ بس میری آپ سے ایک آخری التجا ہے کہ تینوں بچوں کو عالم اور داعی بنانا، یہ دین کا کام کریں گے تو تمہارے مرنے کے بعد تمہارے لیے ثواب کا کارخانہ لگا رہے گا۔'' میں نے کچھ کھانے کے لیے کہا تو انہوں نے کہا کہ دودھ ذرا سا پیوں گی۔ میرے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ دودھ اچھا رزق ہے، پینے اور کھانے دونوں کا کام کرتا ہے۔ میں نے دودھ دیا تو گرم تھا، بولی ذرا سا ٹھنڈا کر دو، زیادہ گرم کھانے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ دودھ ٹھنڈا کر کے دیا، دودھ پیا، کمزوری بڑھتی گئی، سر میں درد کی شکایت کی، میں نے گود میں سر رکھ کر دبانا شروع کیا، عصر کے بعد اچانک کہنے لگی، لو میرے نبی ﷺ تو لینے آ گئے، زور زور سے درود پڑھنے لگی، اٹھنے کی کوشش کی مگر ملنے کی ہمت نہ ہوئی، اچانک کلمہ شہادت پڑھا، دو ہچکیاں آئیں اور انتقال ہو گیا۔

نہ جانے کس طرح فاطمہ آپا آ گئیں، بس انہوں نے سب لوگوں کو خبر کر دی، نہ جانے کیسی خوشبو اس کے جنازے سے پھوٹ رہی تھی، گھر تو گھر محلّہ خوشبو سے معطر ہو گیا۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے جنازے میں شرکت کی۔

دماغ اپنا بھی اے گل بدن معطر ہے　　صبا ہی کے نہیں حصے میں آئی بو تیری

یہ اللہ کی بندی عائشہ میرے شوہر سے اصرار کرتی تھی کہ میری (زینب کی) خوشی کے لیے مجھے طلاق دے دو، مگر انہوں نے طلاق نہیں دی تھی۔ ان کے انتقال کا ان پر بہت اثر ہوا اور ان کی زندگی بالکل خاموش ہو گئی۔ یہ بھی بالکل عجیب اتفاق ہے، ایک عورت کے لیے اس کی سوکن کا وجود سب سے بڑا کانٹا ہوتا ہے، مگر میرے اللہ جانتے ہیں، یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ عائشہ کے انتقال کا دکھ مجھے زیادہ ہوا یا میرے شوہر کو، بس میں اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں کہ اگر کوئی مجھ سے سو قسمیں دے کر یہ سوال کرے کہ دنیا میں پوری زندگی میں مجھے سب سے زیادہ محبوب کون ہے تو میں بغیر سوچے سمجھے یہ کہوں گی میری سب سے محبوب اور خیر خواہ شخصیت اللہ اور اس کے رسول کے بعد عائشہ مرحومہ ہے۔ وہ زمین پر زندہ ولی تھی۔ میں اپنے شوہر پر ان حالات میں جس قدر روتی

تھی اس سے سو گنا زیادہ مجھے عائشہ کے انتقال کے صدمے نے رُلایا۔

میں نے بچوں کو اسکول سے اٹھا لیا، میرے دونوں بیٹوں کے نام حسن اور حسین ہیں، ان دونوں کو ایک بڑے مدرسے میں داخل کیا۔الحمد للہ حسن کے 26 پارے حفظ ہو گئے ہیں، حسین کے چار پارے ہوئے ہیں اور فاطمہ بیٹی بھی الحمد للہ حفظ کر رہی ہے۔اس کے 16 پارے حفظ ہو گئے ہیں۔میری خواہش ہے کہ وہ داعی بنیں اور عالم دین بن کر حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دعوت کا کام کریں۔

میرے شوہر کو عائشہ کے انتقال کا بڑا صدمہ ہے، ہمارے پاس رہنے لگے ہیں، بار بار کہتے ہیں کہ اب دنیا سے دل بھر گیا ہے، بس اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ کرا دے، لیکن جب زیادہ پریشان ہوتے ہیں تو میں مولانا صاحب کے پاس ان کو بھیج دیتی ہوں، وہ کچھ دعوت پر ابھارتے ہیں، اب بھی ان کو لے کر آئی ہوں، الحمد للہ اس مرتبہ انہوں نے ہشاش بشاش رہنے کا وعدہ کیا ہے۔میرے شوہر مولانا صاحب سے بیعت ہیں، عائشہ بھی ان سے بیعت تھیں، میں اور میرے چھوٹے بچے بھی حضرت سے بیعت ہیں۔میں نے جب بیعت کے لیے کہا تھا تو حضرت نے بہت انکار کیا، انہوں نے فرمایا کہ بیعت تو ضرور ہونا چاہیے، لیکن کسی اللہ والے اور کامل شیخ سے بیعت ہونا چاہیے، جسم کی بیماری میں جب آدمی اچھے طبیب کو تلاش کرتا ہے تو روح کی بیماری میں تو اچھے سے اچھے شیخِ کامل کو تلاش کرنا چاہیے۔حضرت نے فرمایا کہ جو خود آخری درجہ میں بیمار ہو وہ کیا کسی کا علاج کر سکتا ہے۔میں تو اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل میں بیعت کر لیتا ہوں، توبہ کرتا رہتا ہوں، شاید سچے طالب کی برکت سے اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرما دے۔میرے شوہر نے کہا کہ حضرت ہمیں آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک کی بیماری سے نکال لیا، آپ کے علاوہ ہمیں کون طبیب ملے گا۔ بہت اصرار کرنے پر حضرت نے ہم سب کو بیعت کر لیا۔

میری زندگی میں اور بھی عجیب عجیب واقعات ہیں جن کو اگر میں بتاؤں تو ایک لمبی کتاب بن جائے گی، مگر اس وقت ہماری گاڑی کا وقت قریب ہے۔ابھی باہر سے بار بار تقاضا آ رہا ہے، پھر کسی وقت آ کر ساری کہانی سناؤں گی۔

ویلنٹائن ڈے ـــــ عریانی وفحاشی کے دلدادہ،

ڈارون وفرائڈ کے معیار کے انسان یعنی

شیطان کے چیلوں کا دن

ابوفیصل محمد منظور انور

تخلیق حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے ساتھ ہی جن ّ قبیلے کے سردار ابلیس ملعون نے حسد کی آگ میں جلتے ہوئے حضرت انسان کا دشمن بن کر اس کو گمراہ کرنے کا عزم کیا تھا، جس پر خالق کائنات نے اسے لعنتی قرار دے کر راندۂ درگاہ کر دیا۔ تاہم اس کی طرف سے انسانیت کو بھٹکانے اور گمراہ کرنے کے اصرار پر اسے قیامت کے دن تک ڈھیل دے دی گئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی وقت فرما دیا تھا کہ جو بھی جن وانس ـــ شیطان کی پیروی کرے گا ان سب کو واصل جہنم کروں گا۔

ایک طرف اللہ ربّ العزت کی طرف سے شروع دن سے ہی انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے انبیاء ورُسل کو مبعوث کرنے کا سلسلہ جاری کر دیا گیا تھا تا کہ شیطانیت کے حربوں اور چالوں سے حفاظت کے لیے اُس کی رہنمائی کی جا سکے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں تشریف لائے جنھوں نے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا درس دیا اور ساتھ ہی کئی پیغمبروں نے الہامی کتب کی روشنی میں ایک شریعت عطا کی اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ ضابطہ حیات پر پوری طرح عمل درآمد کرنے والوں کو دنیا وآخرت میں کامیابی کی نوید سنادی۔ دوسری طرف شیطان اس وقت سے ہی انسانیت کو گمراہی وذلت کے گڑھے میں دھکیلنے کے لئے سرگرداں ہے شیطان مردود جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے انسانوں کو گمراہی کی دلدل میں دھکیلنے کا چیلنج کیا تھا، نے اپنی ابلیسی ذہنیت کو بروئے کار لاتے ہوئے فحاشی کا دلدادہ بنانے کا اپنا کام جاری رکھا ہوا ہے۔ وہ انسانوں کو

گمراہ کرنے کے لیے سب سے زیادہ انسان میں ودیعت شدہ جنسی جذبہ کو بھڑکانے کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ بدقسمتی سے اسے ہر دور میں انسانوں میں سے کئی گروہ ملتے گئے جو اس کے مدد ومعاون بن کر دانستہ طور پر اپنی عاقبت کو برباد کرنے میں لگ گئے۔ یہ گروہ ابلیس کے مشن کو آگے بڑھانے میں اس کے ساجھی اور ساتھی بن کر اس کے کام کو آسان بناتے رہے ہیں۔ ان بدبخت عناصر کے کالے کرتوت نہ صرف خود انھیں بلکہ پوری دنیائے انسانیت کو متاثر کر رہے ہیں۔ ان کی گمراہی کا اصل سبب الہامی کتابوں کی تعلیمات سے ناآشنائی یا روگردانی ہے۔ ہر نبی کی اُمت میں ایسے بھٹکے ہوئے بدبخت انسانوں کے گروہ موجود رہے ہیں جن کے گناہوں کی پاداش میں ان گمراہ اقوام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہلاکت خیز عذاب نازل ہوئے اور انھیں ہلاک کر کیا ان کے ناپاک وجود سے دھرتی کو کر دیا گیا۔ چونکہ اس وقت مغربی دنیا دین دشمنی کا مرکز بن چکی ہے اور ابلیسی ایجنڈے پر گامزن ہے؛ اس لئے یہ ابلیس کا آسان ہدف ہیں جہاں اس کا ہر حربہ بہت زیادہ کامیاب نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ معاشرے بے حیائی اور فحاشی کو پھیلانے میں پیش پیش ہیں اور یہ گمراہ عناصر ابلیس کے اشاروں پر چل کر پوری دنیا میں اخلاقی بے راہ روی اور بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ رب العزت نے سورۃ التّین میں فرمایا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ۔ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں میں سے نیچ کر دیا۔ نوع انسانی میں سے بہترین ساخت پر پیدا کیے گئے انسان نبوت جیسے بلند ترین مرتبے پر فائز ہوئے تو دوسری طرف بہترین ساخت پر پیدا ہونے والے انسان برائی کی طرف مائل ہوئے اور اخلاقی پستی میں گرتے گرتے اس انتہا کو پہنچ جاتے ہیں جہاں ان سے نیچ کوئی دوسری مخلوق نہیں ہے۔

ہر سال 14 فروری کو منایا جانے والا ویلن ٹائن ڈے کیا ہے؟ اور اس کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ مغربی دنیا میں کہا جاتا ہے کہ یہ محبت کرنے والوں کے لیے خاص دن ہے۔ اس لئے اسے محبت کرنے والوں کے تہوار (Lover's Fesitival) کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار منانے والوں میں ایک بات مشترک ہے کہ یہ 14 فروری کے دن ہی منایا جاتا ہے۔ 14 فروری کا یہ یومِ محبت سینٹ ویلنٹائن سے منسوب کیوں کیا جاتا ہے؟ اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ موجود

نہیں، چند غیر معیاری روایات ملتی ہیں جو اخلاقی لحاظ سے بھی انتہائی گھٹیا ہیں۔ مثلاً ایک روایت کے مطابق سینٹ ویلن ٹائن ایک مسیحی راہب کے ساتھ ویلن ٹائن ڈے کے حوالے سے کچھ باتیں مشہور ہیں۔ سینٹ ویلنٹائن سے اس کی کیا نسبت بنتی ہے اس کے بارے میں بک آف نالج کا مذکورہ اقتباس لائق توجہ ہے۔ ویلنٹائن ڈے کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ایک رومی تہوار لوپر کالیا (Luper Calia) کی صورت میں ہوا۔ قدیم رومی مرد اس تہوار کے موقع پر اپنی دوست لڑکیوں کے نام اپنی قمیصوں کی آستینوں پر لگا کر چلتے تھے۔ بعض اوقات یہ جوڑے تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے۔ بعد میں جب اس تہوار کو سینٹ ویلن ٹائن کے نام سے منایا جانے لگا تو اس کی بعض روایات کو برقرار رکھا گیا۔ اسے ہر اس فرد کے لیے اہم دن سمجھا جانے لگا جو رفیق یا رفیقہ حیات کی تلاش میں تھا۔ سترہویں صدی کی ایک پر امید دوشیزہ سے یہ بات منسوب ہے کہ اس نے ویلن ٹائن ڈے والی شام کو سونے سے پہلے اپنے تکیہ کے ساتھ پانچ پتے ٹانکے اس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے وہ خواب میں اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھ سکے گی بعد ازاں لوگوں نے تحائف کی جگہ ویلنٹائن کارڈز کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ایک غیر مستند خیالی داستان یہ بیان کی جاتی ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں ویلنٹائن نام کے ایک پادری تھے جو ایک راہبہ (NUN) کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ چونکہ مسیحیت میں راہبوں اور راہبات کے لیے نکاح ممنوع تھا۔ اس لیے ایک دن ویلنٹائن صاحب نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لیے اسے بتایا کہ اسے خواب میں بتایا گیا ہے کہ 14 فروری کا دن ایسا ہے اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ صنفی ملاپ بھی کر لیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کیا اور دونوں جوشِ عشق میں یہ سب کچھ کر گزرے۔ کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے یعنی انہیں قتل کر دیا گیا۔ بعد میں کچھ منچلوں نے ویلنٹائن صاحب کو شہیدِ محبت کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے ان کی یاد میں دن منانا شروع کر دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق قدیم رومی مسیح اپنے مشرکانہ عقائد کے اعتبار سے خدائی محبت کی محفلیں جماتے تھے، اس کا آغاز تقریباً 1700 سال قبل رومیوں کے دور میں ہوا جب کہ اس وقت رومیوں میں بت پرستی عام تھی اور رومیوں نے پوپ ویلن ٹائن کو بت پرستی چھوڑ کر مسیحیت اختیار کرنے کے جرم میں سزائے موت دی تھی لیکن جب خود رومیوں نے مسیحیت کو

قبول کیا تو انہوں نے پوپ ویلنٹائن کی سزائے موت کے دن کو یوم شہید محبت کہہ کر اپنی عید بنالی۔
ایک اور روایت کے مطابق بادشاہ کلاودیوس کو جنگ کے لیے لشکر تیار کرنے میں مشکل ہوئی تو اس نے اس کی وجوہات کا پتہ لگایا، بادشاہ کو معلوم ہوا کہ شادی شدہ لوگ اپنے اہل وعیال اور گھر بار چھوڑ کر جنگ میں چلنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو اس نے شادی پر پابندی لگادی لیکن ویلنٹائن نے اس شاہی حکم نامے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نہ صرف خود خفیہ شادی رچالی، بلکہ اور لوگوں کی شادیاں بھی کرانے لگا۔، جب بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے ویلنٹائن کو گرفتار کیا اور 14 فروری کو اسے پھانسی دے دی۔ یونانی دیو مالا یہ دن یعنی 14 فروری کا دن رومی دیوی یونو (جو یونانی دیوی دیوتاؤں کی ملکہ اور عورتوں وشادی بیاہ کی دیوی ہے) کا مقدس دن مانا جاتا ہے۔

اسلام میں غیر محرم مردوں اور غیر محرم عورتوں کا ایک دوسروں سے ملنا اور اظہار محبت کرنا منع ہے۔ چرچ نے بھی ان خرافات کی مذمت کی اور اسے جنسی بے راہ روی کی ترویج پر مبنی قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ 2016ء بھی مسیحی پادریوں نے اس دن کی مذمت میں سخت بیانات دیے۔ بنکاک میں ایک مسیحی پادری نے بعض افراد کو لے کر ایک ایسی دکان کو نذر آتش کر دیا جس پر ویلنٹائن کارڈ فروخت ہورہے تھے۔ دنیا بھر میں تقریبات حالیہ برسوں میں امریکا اور یورپ میں اس دن کو جوش وخروش سے منانے والوں میں ہم جنس پرستی میں مبتلا نوجوان لڑکے اور لڑکیاں پیش پیش تھیں سان فرانسسکو میں ویلن ٹائن ڈے کے موقع پر ہم جنس پرست خواتین وحضرات کے برہنہ جلوس بھی دیکھے گئے۔ مغربی معاشرے میں محبت کے نام پر اس دن نشے میں دھت آوارہ مردوزن کھلی بے حیائی کے شغل میں غرق رہتے ہیں۔ بھارت کی ہندو انتہا پسند تنظیم بجرنگ دل نے ویلنٹائن ڈے منانے والوں کو سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتے ہوئے انھیں کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار رہنے کا مشورہ دیا ہے۔ ایک اور انتہا پسند تنظیم ہندو مہا سبھا نے اعلان کیا تھا کہ وہ کھلے عام "I Love You" کہنے والے جوڑوں کی زبردستی شادی کروائے گی۔ کچھ اسلامی ممالک میں اس قبیح رسم کے خلاف مہم بھی چلائی جاتی رہی ہے۔ مغربی دنیا کے دیکھا دیکھی پاکستان میں بھی گذشتہ چند سالوں سے، مذہب بیزار اور آزاد خیال نوجوانوں میں اس دن کو منانے میں دلچسپی لی جارہی ہے حالانکہ ہمارے اسلامی معاشرے میں ایسے مُخرّبِ اخلاقیات ایام منانے کا

سرے سے کوئی جواز موجود نہ ہے۔ کچھ شہری علاقوں میں اسے منایا جاتا ہے پھولوں کی فروخت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور کارڈز کی فروخت کا دھندہ بھی ہوتا ہے۔

2017ء میں اسلام آباد ہائی کورٹ نے عوامی مقامات پر ویلنٹائن ڈے منانے پر پابندی لگا دی تھی۔ سعودی عرب 2002ء اور 2008ء میں سعودی پولیس نے ویلنٹائن کے حوالے سے کسی بھی چیز کی فروخت پر پابندی لگا دی تھی۔ 2012ء میں مذہبی پولیس نے 150 کے لگ بھگ مسلمان نوجوانوں کو یہ تہوار مناتے ہوئے پکڑا اور دوکانوں پر فروخت ہوتے تمام پھول قبضے میں لے لیے تھے اس اقدام سے ویلنٹائن ڈے منانے والوں کی حوصلہ شکنی ہوئی تھی۔ سعودی عرب میں مسلمانوں پر یہ تہوار منانے پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ مسلمانوں میں ویلنٹائن ڈے کا تصور ٹی وی چینلز کی دلچسپی اور خصوصی نشریات کی وجہ سے ہوا۔ بعض ٹی وی چینل جس طریقے سے فحاشی پھیلا رہے ہیں اور حیا باختہ مناظر پیش کر رہے ہیں اور انٹرنیٹ پر ایسی تصاویر و ڈیو نشر کی جا رہی ہیں جسے دیکھنے سے ایک مومن کی آنکھ شرماتی ہے اس لئے مومن مرد اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور نگاہیں نیچی رکھیں فسق و فجور سے بچ کر رہیں اور ایسے مخرب پروگراموں کا حصہ نہ بنے اور اللہ تعالی سے ہر وقت پاک دامنی والی زندگی کی دعا مانگتے رہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی بھی جن لوگوں کی تقلید کرتا ہے وہ ان میں سے ایک ہے۔'' (ابوداؤد)

ویلنٹائن ڈے ایک کھلی بے حیائی کا دن ہے جو بالکل فحاشی اور بے راہروی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اس دن اسلامی تعلیمات کا تمسخر اڑایا جاتا ہے اور دین اسلام کی حدود کا احترام نہیں کیا جاتا ہے اسلام دشمنوں اور اغیار کی تقلید میں مسلمان نوجوانوں کو اس دن کو قطعی طور پر نہیں منانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔

؎ وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کر شرمائیں یہود

ہر عمل سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی اہمیّت

از رشید عمر۔ فیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ (تفسیرِ عثمانی)

’’الرحمٰن الرحیم ، رحمت کے مادہ سے یہ اللہ کے دو اسماء ہیں۔ ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ رحمٰن فعلان کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، چنانچہ اس کے اندر مبالغہ کی کیفیت ہے، یعنی انتہائی رحم کرنے والا۔ ......رحمان وہ ہستی ہے جس کی رحمت ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند ہو۔ رحیم فعیل کے وزن پر صفت مُشبّہ ہے۔ جب کوئی صفت کسی میں مستقل اور دائم ہو جائے تو وہ فعیل کے وزن پر آتی ہے۔ الرحمٰن الرحیم دونوں صفات اکٹھی ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کی رحمت ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند بھی ہے اور اس کی رحمت میں دوام بھی ہے، وہ ایک دریا کی طرح مستقل رواں دواں ہے۔‘‘ (بیان القرآن از ڈاکٹر اسرار احمد)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ’رحمانیت‘ اور ’رحیمیّت‘ کی شکل میں کیسے ہوتا ہے بات مثالوں سے واضح ہوگی۔ قحط سالی شروع ہو جاتی ہے بارشیں رک جاتی ہیں ندی نالے خشک اور کھیت ویران ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی مخلوق بارش کے لئے دعائیں مانگنا شروع کر دیتی ہے رحمت جوش میں آتی ہے موسلا دھار بارش سے ہر طرف جل تھل ہو جاتا ہے یہ رب کی رحمانیت کا ظہور ہے۔ پہاڑوں پر

بے تحاشا برف پڑتی ہے اور بارشیں ہوتی ہیں۔ یہ پانی دریاں اور ندی نالوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اللہ کے بندے اس کی دی ہوئی صلاحیتوں سے ڈیم اور آبپاشی کا نظام بنا کر سارا سال اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہ اس کی شانِ رحیمیت کا ظہور ہے۔

آپ خبروں کا کوئی چینل آن کریں وہاں خبر چل رہی ہو کہ پاکستان کے فلاں علاقے میں سونے چاندی کے بھاری ذخائر دریافت ہوئے ہیں اور فلاں علاقے سے بڑی مقدار میں لوہا دریافت ہوگیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کا ظہور ہے۔ خدا داد صلاحیتوں کے ذریعے ان دھاتوں سے استفادہ کرتے رہنا اس کی صفت رحیمیّت کا مظہر ہے۔ ایک اور مثال پر غور کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ اور شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کعبہ والی جگہ ٹیلے پر کچھ کھانے پینے کا سامان دے کر چھوڑ آتے ہیں۔ کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا ہے۔ بچہ بھوک پیاس سے بلکنے لگتا ہے، ماں کا دل بے قرار ہو جاتا ہے۔ مدد کے لیے صفا کی چوٹی پر چڑھ کر آواز لگاتی ہیں اپنی ہی آواز پلٹ کر کانوں سے ٹکراتی ہے۔ وہاں سے دوڑتی ہوئی مروہ پر جا چڑھتی ہیں مدد کیلئے آواز لگاتی ہیں لیکن کوئی جواب نہیں ملتا، بے قراری میں دوڑتی ہوئی کبھی صفا پر کبھی مروہ پر پھر بچے کی طرف دیکھتی ہیں تو اس جگہ پر اوپر پرندے منڈلاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بھاگ کر بچے کے پاس آتی ہیں تو دیکھتی ہیں وہاں پانی کا چشمہ جاری ہو گیا ہے۔ یہ اللہ کی رحمانیت کا ظہور ہے۔ اپنی بندی اور اس کے شیر خوار بچے کی حالت پر رحمت خداوندی جوش میں آئی جبرائیل کو اس جگہ بھیجا اس نے زمین پر پر مارا وہاں پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ ایسا جاری ہوا کہ صدیاں گزر گئیں اس کا فیض جاری ہے۔ یہ اس کی صفتِ رحیمیت کا ظہور ہے۔ یہ چند مثالیں تو رحمانیت اور رحیمیت کو واضح کرنے کے لیے دی گئی ہیں حقیقت میں تو اس کی رحمت کا ظہور پورے زور اور تسلسل کے ساتھ ہر آن اور ہر لمحے پوری کائنات میں ہر کسی کیلئے جاری وساری ہے۔ نظام کائنات اس کی رحمت کے سہارے قائم ہے اور اس میں غضب صرف اس وقت نمودار ہوتا ہے جب بندوں کی سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَیۡءٍ۔ (الاعراف)

ای: ”من العالم العلوی والسفلی والبر والفاجر والمومن والکافر“

تفسیر سعدی سے ماخوذ سعودی عرب سے شائع شدہ کلام پاک میں یہ معنی درج ہیں۔

یہ کلمات سورہ اعراف کے اس مقام کا حصہ ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن کے لئے اس نے اپنی رحمت واجب کردی ہوئی ہے۔

ترجمہ: ''مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان رکھیں گے۔ (پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر نبی اُمی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے۔ ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے وہی فلاح پانے والے ہیں۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہو کہ اے انسانو! میں سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی زندگی بخشتا ہے وہی موت دیتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے، اور اتباع کرو اس کی تاکہ تم ہدایت پا جاؤ''۔ (سورہ اعراف: آیات 156 سے 158 تک)۔

گویا وہ لوگ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہوئے کارِ رسالت کی تکمیل کے لئے قرآن پاک کی اور ان کی اِتباع کرتے ہیں وہ ہی اس کی رحمت کے مستحق ہیں۔ کارِ رسالت کیا ہے؟ یقیناً کارِ رسالت مظاہر رحمت کا اللہ کے احکامات اور سنت کے مطابق استعمال کا نام ہے یا اللہ کی نازل کردہ ہدایت کے مطابق ان کے استعمال کے نظام کا قیام یعنی اسلام کا نفاذ۔

لوگ مظاہر رحمت کا استعمال ہوائے نفس کے تحت کرتے ہیں تو فرعونیت جنم لیتی ہے

جیسے فرعون نے کہا تھا: اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَ ھٰذِہِ الْاَنْھَارُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ترجمہ: ”کیا مصر پر میری حکومت نہیں ہے اور آبپاشی کا نہری نظام میرے اختیار میں نہیں ہے“۔ (زخرف)

پانی جو سب کے لئے اللہ کی رحمت کا ظہور ہے آج بھی لوگ اس کی تقسیم میں ایک دوسرے پر ظلم نہیں کر رہے کیا؟

سونے چاندی کی دولت سے دوسروں کو محروم کرنے کی چالیں نہیں چلی جا رہیں کیا؟ کیا لوہے کی طاقت کو دوسروں پر ظلم وستم کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا جا رہا؟ ایجادات واختراعات کو باطل مسلط کرنے کیلئے استعمال نہیں کیا جا رہا؟ قرآن اور اسوۂ رسول کے اتباع کا تقاضہ کیا یہ نہیں ہے کہ اللہ کی رحمت کے سر چشموں پر ان قوتوں کا قبضہ ختم کرایا جائے جو نہیں ہوائے نفس کے تحت استعمال کر کے گمراہی اور استحصالی نظام دنیا پر مسلط کر رہی ہیں۔ بسم اللہ والی آیت کے الفاظ میں یہ پیغام پوشیدہ ہے۔ اسی لئے ہر کام سے پہلے بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھنے کا حکم ہے تا کہ اہل ایمان اس ذمہ داری کو بھولنے نہ پائیں۔ لیکن وائے افسوس! ہماری سوچ وفکر کو تالے لگ گئے عمل کی تحریک اور جذبہ کہاں سے آئے۔

مذکورہ بالا مضمون سورہ فاتحہ میں پوری شان کے ساتھ موجود ہے جس میں اور پھر پورے قرآن مجید میں ایک طرف وسائل رحمت کو اپنے نفس کے تابع رکھنے والوں کے حالات ہیں تو دوسری طرف ان کا مقابلہ کر کے وسائل رحمت کو اللہ کے دیے نظام کے تابع لانے والوں کیلئے جدوجہد کا لائحۂ عمل اور لوازمات سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں اس دن کے متعلق بھی خبردار کر دیا گیا ہے جس دن اس کی رحمت کے اصل مستحقین کو نوازا جائے گا اور من مانی کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دے کر اللہ کی حمد کا ترانہ بجا دیا جائے گا۔

بلال رضی اللہ عنہ.... آخری لمحات

(ایچ۔اے۔ایل کریگ کی کتاب ''حضرت بلال رضی اللہ عنہ'' سے ماخوذ)

زندگی اور اس کی یادیں..... بوڑھے آدمی کا یہی درجہ کمال ہے۔

اگر کوئی شخص مجھے یاد کرتا ہے تو اسے میرے دوستوں کے حوالے سے یاد کرنا چاہیے۔ اگر کوئی میرے بارے میں پوچھے تو اس سے کہہ دیجیے: ''بلال رضی اللہ عنہ ان لوگوں کا ساتھی''۔ میں اس گروہ میں سے ایک تھا جس نے زمانہ کمال دیکھا۔ وہ زمانہ جب پیغمبر خداؐ زندہ تھے۔ ہمارے چمکدار دن اب کسی کو میسر نہیں ہوں گے تاہم ہر شخص ان کی شہادتوں سے مستفید ہو سکتا ہے۔

مجھے اس طرح نہ دیکھئے کہ میں پہلا مؤذّن تھا۔ میری اذان مختلف دنوں میں مختلف ہو سکتی تھی۔ کبھی اللہ کی رضا سے ہوا مجھ پر تنقید کرتی اور میرے لفظوں کو میری طرف واپس پھینک دیتی۔ یا پھر صبح کی رطوبت میرے گلے کو خراب کر دیتی یا کبوتر مجھے پریشان کرتے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے، عرش والوں کے لیے بھی کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے ''اہل جنت'' میں شمار کیا لیکن ہم میں سے بہت کم لوگ باقی رہ گئے ہیں اور جواب بھی میرے ساتھ ہیں، جلد ہی جانے والے ہیں۔ موت کی طرف لپکنا تو صحیح نہیں ہے لیکن آگے کی طرف دیکھنا صحیح ہے۔

زندوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خود کو مردوں سے بہتر سمجھتے ہیں لیکن وہ خود سے کبھی یہ سوال نہیں کرتے ___ کہ کیا مردے بھی ان سے متفق ہیں؟ اس رات کو جب قبرستان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو خوش قسمت کہا تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا مطلب تھا؟

مجھے یاد ہے کہ وہ رات سرد تھی اور زمین سخت۔ اہل قبور میں نہ کوئی حرکت ہوئی اور نہ وہ بولے ہر ایک اپنی اپنی قبر میں پڑا تھا لیکن کیا وہ مردہ تھے یا خشک باقیات تھے اس رطوبت کی جو کبھی

آدمی کہلاتا تھا؟ انسان کا جسم تو ایک دریا ہے جو روح کو بہائے جاتا ہے۔ فاصلے اور پانی کی روانی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہر جسم اپنے بہاؤ میں ہوتا ہے اور بالآخر خشک ہو جاتا ہے۔

لیکن میرا خیال ہے کہ میں پیغمبر کا مفہوم سمجھتا ہوں۔ ایک بار جب ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، طوفان آنے سے پہلے کی تاریکی چھا رہی تھی، بادل اُحد پر جمع ہو رہے تھے اور مرغیاں جو موسموں کی پہچان رکھتی ہیں پناہ کی جگہ تلاش کر رہی تھیں۔ میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''آدمی نیند میں ہوتے ہیں اور جب مرتے ہیں تو بیدار ہو جاتے ہیں......!!''

میں کسی دن کے لیے کبھی نہیں پچھتایا۔ اس دن کے لیے بھی نہیں جب مجھے کوڑے لگائے گئے۔

میں بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ ہمارے بچے اتنا ہی ہمارا ماضی ہیں جتنا کہ مستقبل، ایک آدمی خود اپنی ذات میں اپنے باپ کو پاتا ہے جب وہ خود اپنے بچے کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ یہ نسلوں کا رمز ہے کہ گو بوڑھے نوجوانوں کی تربیت کرتے ہیں، نوجوان بوڑھوں کو بہتر بناتے ہیں۔

میں اپنے آپ سے خوش ہوں، اپنی کھال سے، اپنے افریقہ سے کسی میں اسی تناظر میں ہوں، اب میں اپنی چھڑی کے سہارے جی رہا ہوں۔ میرے گھومنے پھرنے کا دائرہ کم ہو گیا ہے۔ بس اس دروازے سے مسجد تک اور پھر واپس گھر۔ اس کے باوجود میرے حدود پہلے کی نسبت سے وسیع تر ہو گئے ہیں کیونکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوش کن یادوں میں جی رہا ہوں۔

شاید باغ جناں میں، میں ایک بار پھر ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیر کروں گا اور پھر انھیں یہ کہتے سنوں گا کہ دنیا کی ساری خرابیوں کی جڑ ملکیت ہے، کسی کو اپنی ضرورت سے زیادہ نہیں رکھنا چاہیے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس محض دو کُرتے تھے ایک پہننے کے لیے اور ایک دھونے کے لیے۔ میں ایک بار پھر ابوذرؓ کو مستقبل کی منطق پر بحث کرتے سنوں گا۔ اُن کی آنکھیں خیالات سے چمکتی ہوئی .... اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) بغور سنتے ہوئے۔ خدا نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا اور وہ ایسے پیغمبر تھے جو دوسروں کی زبان سے سننا بہت پسند کرتے تھے۔

خدایا میری دعا قبول کر کہ جنت میں جانے کے لیے ابوذرؓ میری حمایت کریں۔

لیکن اس دوران میں، میں دمشق میں کچھ دن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادوں سے خوش ہوں گا اور پرانے اسلوب میں کچھ باتیں اور کروں گا۔

ماہنامہ حکمتِ بالغہ جھنگ کی خصوصی اشاعت (نومبر 2020ء)

اقبال و جناح کے پاکستان کا استحکام و بقا فکرِ اقبال کی روشنی میں چند عملی اقدامات

پر اہل علم کے تأثرات

1 علامہ ظہور الحسن قادری، کمالیہ

گذشتہ 14 سالوں سے جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب قرآن اکیڈمی جھنگ سے ہر ماہ 'حکمت بالغہ' شائع کر رہے ہیں، ماہِ نومبر میں آپ ایک خصوصی شمارہ تقریباً 300 سے زیادہ صفحات پر شائع کرتے ہیں۔ جناب فاروقی صاحب ایک درد دل رکھنے والے انسان ہیں، ان کے دل میں ملت اسلامی کے احیاء کا شدید شوق و ذوق ہے۔آپ قرآن کریم کی تعلیمات سے نوجوان نسل کو فیضیاب کر رہے ہیں تا کہ ہماری نوجوان نسل قرآن کریم کا حقیقی فہم و اِدراک حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو احکامِ الٰہی کے مطابق گزار سکیں ہزاروں طلباء اب تک ان سے یہ فیض حاصل کر چکے ہیں۔قرآن حکیم کے علاوہ آپ علامہ اقبال کے افکار کو فروغ دینے میں سرگرم عمل ہیں گذشتہ 14 سالوں سے حکمت بالغہ میں مسلسل علامہ اقبال کے کلام سے اہل فکر و نظر کو آشنا کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم صاحب آف سرگودھا نے حکمت بالغہ میں شائع ہونے والے فکر انگیز، روح پرور اور عظمت اسلام پر مبنی تمام مضامین کو ایک ضخیم جلد میں سمو دیا ہے تا کہ فاروقی صاحب کی 13 سالہ کاوش کو یکجا کر دیا جائے اور وہ آئندہ نسلوں کے لیے ایک عظیم علمی سرمایہ بن جائے اس کا نام انہوں نے ''حکمت بالغہ میں اقبال شناسی'' رکھا ہے۔اقبالیات کا ذوق و شوق رکھنے والوں کے لیے یہ ایک دُرِّ نایاب کا تحفہ ہے۔

جناب مختار فاروقی صاحب نے ماہ نومبر 2020ء کے خصوصی شمارہ کا نام ''اقبال و جناح کے پاکستان کا استحکام و بقا___ فکرِ اقبال کی روشنی میں چند عملی اقدامات'' رکھا ہے۔ یہ خصوصی شمارہ 394 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ شمارہ بھی گذشتہ خصوصی شماروں کی طرح بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اس میں دس ابواب ہیں:

1۔ پہلے باب کا عنوان ''......تمہید طولانی'' لکھا گیا ہے جس میں ''عالمی صہیونی استعمار اور مسلمان'' پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ سیکولرازم اور لبرل ازم کی آڑ میں نوجوان نسلوں کی تباہی کا تذکرہ کیا ہے۔ دین اسلام کی عظمت اور مومن کی شان کو علامہ اقبال کے کلام کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ اس باب میں سپین میں مسلمانوں کے خاتمہ کی تاریخ بھی بیان ہوئی ہے تو دوسری جانب جنوبی ایشیا کے وسائل آمدنی پر قبضہ کرنے کے لیے مغربی اقوام تاجروں کے روپ میں وارد ہوئے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی پھر بہت سے غداروں کے ذریعے مغل حکمرانوں کا اقتدار ختم کیا۔ اسی باب میں جنگ عظیم کا ڈرامہ رچا کر سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ اور فلسطین میں یہودیوں کو آباد کرنے اور زمینیں خریدنے کے لیے برطانوی وزیر خارجہ نے ایک حکم نامہ جاری کیا۔ جسے بعدازاں ایک 'اسرائیل' نام کا ملک بنایا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی سرحدوں کو پھیلا کر ایک 'گریٹر اسرائیل' کا قیام عمل میں آئے گا۔

2۔ دوسرا باب بہت ہی اہمیت کا باب ہے۔ اس میں ''1857ء کی جنگ آزادی، قرآن پاک کے قانونِ عروج وزوال کی روشنی میں'' تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ اسی باب میں جناب فاروقی صاحب نے حضرت علامہ محمد اقبال کے نام ایک تصوراتی خط بھی شامل کیا ہے جو بہت ہی فکری نوعیت کا ہے۔

3۔ تیسرے باب میں بہت سے فکر انگیز مضامین جو ماہرین اقبالیات نے تحریر کیے ان کو شائع کیا ہے۔ جن دانشوروں کے مضامین کو شامل کیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ڈاکٹر اسرار احمد، پروفیسر محمد عارف، پروفیسر ارشاد شاکر، امتیاز حسین، ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم، چوہدری مظفر حسین، ڈاکٹر شفیق عجمی صاحب۔ ہر مضمون نگار نے اپنے مضمون میں حضرت علامہ اقبال کے فکری بیداری پر مبنی اشعار کو اپنے مضمون کا حصہ بنایا ہے۔

4۔ چوتھے باب میں نہایت ہی اہم مضمون ڈاکٹر اسرار احمد اور عامرہ احسان کا شامل کیا ہے جس کا عنوان: 'حالاتِ حاضرہ اور ہماری ذمہ داریاں' ہے۔

5۔ پانچویں باب میں خطبات اقبال کے تناظر میں ''اسلام کی انقلابی فکر کی تجدید کے لیے ایک آزاد ملک، زندہ قوم اور ایک اجتماعی امنگ ناگزیر ہے'' تحریر شامل ہے۔

6۔ چھٹے باب میں علامہ اقبال کا تجویز کردہ ''اجتہاد کا راستہ'' بیان کیا گیا ہے۔

7۔ ساتویں باب میں علامہ اقبال اور ہم عصر عالمی تحریکوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

8۔ آٹھویں باب کا عنوان ''جنوبی ایشیا کے مسلمان اور علامہ اقبال'' ہے اس باب میں اسلام کا دور اول دور نبوت و دور خلافت راشدہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ باب بہت اہمیت کا حاصل ہے۔

9۔ نویں باب کا عنوان: ''تمنا مختصر سی ہے....'' دیا گیا ہے۔جس میں پاکستان میں نفاذ اسلام کے امکانی عملی اقدامات کا جائزہ لیا گیا ہے اور پاکستان کے جملہ مسالک کے علماء کے سامنے درد دل کے ساتھ ایک تجویز پیش کی ہے۔امید ہے علماء کرام اس پر ہمدردانہ غور وفکر کریں گے اور یہ تجویز ایک پائیدار اور دیرپا اتحاد بین المسالک کا ذریعہ بنے گی۔

10۔ دسویں باب میں عالمی حالات، پاکستان کا مستقبل اور مسلکی قیادتوں کا امتحان کے حوالے سے فکر انگیز تحریر شامل ہے۔

الحاصل حکمت بالغہ کا یہ خصوصی شمارہ ایک بہت ہی علمی وفکری خزانہ ہے جو نسل نو کی عملی رہنمائی کرے گا۔ان شاءاللہ۔

2 مولانا سیّد علی شاہ حقانی، کانگڑہ، ضلع چارسدہ

گزشتہ روز ماہنامہ حکمت بالغہ کا خصوصی شمارہ بعنوان ''اقبال و جناح کے پاکستان کا استحکام و بقا__ فکرِ اقبال کی روشنی میں چند عملی اقدامات'' موصول ہوا۔آپ کے اکثر شمارے بشمول خصوصی نمبر باقاعدگی کے ساتھ مل رہے ہیں شکریہ۔محترم شمارہ ہٰذا کے اکثر صفحات کا مطالعہ کر چکا ہوں بہت مفید پایا۔ابتلاء کے اس دور میں نوجوانوں کی تربیت اس نہج پر وقت کی اہم ضرورت ہے کیونکہ ہمارے نوجوان دین سے دور اور مغربی تہذیب کے قریب ہوتے جا رہے ہیں

بالخصوص اغیار کی تہذیب کے اثر سے مسلم معاشروں میں فحاشی وعریانی اور بے حیائی نے اپنے پنجے گاڑ دیے ہیں مملکت خداداد میں ایک سازش کے تحت بے حیائی پر مبنی واقعات میڈیا کی زینت بنا دیے جاتے ہیں یقیناً اس طرح کے حالات میں علماء اور دینی طبقہ ہی بہتر کردار ادا کر سکتا ہے۔ لہٰذا میری گزارش ہے کہ ماہنامہ حکمت بالغہ کا کوئی خصوصی شمارہ انسدادِ فحاشی وعریانی پر بھی مرتب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین حق کی خدمت کے لیے عمر دراز اور صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔

3 ڈاکٹر ضمیر اختر خان، راولپنڈی

اسلام کے عالمی غلبے کی نوید جانفزا

گزشتہ کچھ عرصے سے بار بار یہ خیال ذہن میں آتا تھا کہ بڑے بڑے جید علمائے کرام اور بزرگانِ دین جو یہ رائے رکھتے ہیں کہ اب اسلام کا عالمی غلبہ سیّدنا مسیح علیہ السلام کے نزول اور جناب مہدی کی آمد پر ہی ہوگا تو پھر ایسا ہی ہوگا اور جو لوگ غلبہ واقامت دین کی فکر کو لے کر یہ جدوجہد کر رہے ہیں کہ اللہ کا دین جلد از جلد غالب ہو جائے وہ شاید درست نہیں کر رہے ہیں۔ اسی شش و پنج میں 'حکمت بالغہ' جھنگ کی خصوصی اشاعت بابت نومبر 2020ء بعنوان ''اقبال و جناح کے پاکستان کا استحکام و بقا فکر اقبال کی روشنی میں چند عملی اقدامات'' موصول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر اور اجر عظیم عطا فرمائے مختار فاروقی صاحب کو کہ انہوں نے مجھ جیسے کم ہمت کو اُلجھن سے نکال لیا۔ مختار صاحب اور ان کی پوری ٹیم مبارک باد کی مستحق ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید میں اسلام کے عالمی غلبے کو نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کے طور پر تین مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (التوبہ:33، الفتح:28، الصّف:9)۔ ترجمہ: ''وہی تو ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو الہدیٰ اور دین حقق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے کل کے کل دین (نظام زندگی) پر، خواہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار گزرے''۔

یہ کام چونکہ آسان نہیں تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی کے لیے سورۃ التوبہ:32 اور سورۃ الصّف:8 میں خود ہی تمام رکاوٹوں کے علی الرغم اسلام کے غلبہ کی خوشخبری بھی دے دی۔ فرمایا: یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ

وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ترجمہ: ’’یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں اپنے منہ کی (کی پھونکوں) سے اور اللہ کو ہرگز منظور نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے، چاہے یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار گزرے‘‘۔

یہی آیت تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ سورالصّف میں بھی وارد ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ان بشارتوں کو مزید مؤکد کیا ہے۔ اس ضمن میں چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ’’میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی، یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق ومغارب دیکھ لیے اور عنقریب میری امت کا اقتدار اس زمین تک پہنچے گا جو میرے لیے لپیٹ دی گئی‘‘۔ (مسلم، کتاب الفتن)

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’یہ دین وہاں وہاں تک پہنچے گا جہاں جہاں دن اور رات ہے۔ اللہ تعالیٰ معزز کو عزت اور ذلیل کو ذلت دے کر شہر اور دیہات کے ہر ہر گھر میں اس دین کو داخل کردے گا۔ عزت سے مراد وہ عزت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اسلام کو معزز کردے گا اور ذلت سے مراد وہ ذلت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کو ذلیل کردے گا‘‘ (مسند احمد)

اس سلسلے کی ایک حدیث مبارک تو حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ’’تمہارے اندر عہدِ نبوت جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا۔ پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس عہدِ نبوت کو ختم کردے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوہ قائم ہوگی، جو قائم رہے گی جب تک اللہ اسے قائم رکھنا چاہے گا، پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کردے گا۔ پھر اس کی جگہ کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہوجائے گی، جو جب تک اللہ چاہے گا برقرار رہے گی۔ پھر جب اسے بھی اللہ ختم کرنا چاہے گا تو ختم کردے گا۔ پھر جابرانہ ملوکیت کا دور ہوگا، جو جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گا۔ پھر جب اللہ اسے بھی ختم کرنا چاہے گا تو ختم کردے گا۔ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ دوبارہ قائم ہوجائے گی۔ پھر آپ خاموش ہوگئے‘‘ (رواہ احمد)

ان بشارتوں کے باوجود اس دور میں اسلام کی مغلوبیت کے حوالے سے یہ رائے رکھنا ناقابل فہم ہے کہ یہ اب سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری اور جناب مہدی کی آمد پر ہی ختم ہوگی۔ جبکہ اقبال نے انہی بشارتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ ''شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے۔ یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے''۔

علامہ اقبال کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو غلبہ واقامت دین کیلئے پھر سے اُبھارا اور عمل کیلئے آمادہ کیا۔ انہوں نے مستقبل کی بجائے حال میں ہی جدوجہد کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے ماضی کا یہ کہہ کر کہ ''وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا'' حوالہ ضرور دیا مگر ساتھ ہی جھنجوڑتے ہوئے یہ بھی کہا ''تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو''۔ اقبال کی یہی شان انہیں برعظیم پاک وہند کے تمام اہل علم وفکر سے ممتاز کرتی ہے۔ فاروقی صاحب نے پوری دلسوزی سے سوچنے سمجھنے والوں کے سامنے یہی بات رکھی ہے کہ ہم دوسرے اہل علم پر اقبال کی فضیلت وبرتری ثابت کرنے کی کوشش نہیں کر رہے بلکہ تمام طبقات اور بطور خاص علماء کرام کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ آگے بڑھ کر ملک خداداد پاکستان میں اسلام کے غلبے واقامت کی جدوجہد میں ہراول دستے کا کردار ادا کریں اور اقبال کی درج ذیل پکار پر لبیک کہیں: ؎

بیا تا کارِ ایں اُمت بسازیم   قمارِ زندگی مردانہ بازیم
چناں نالیم اندر مسجد شہر   کہ دل در سینۂ ملا گدازیم

4 ڈاکٹر طالب حسین سیال

سابق ڈائریکٹر اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق ومکالمہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

قرآن اکیڈیمی جھنگ کا ماہانہ جریدہ 'حکمت بالغہ' بصیرت افروز، فکر انگیز اور معلومات افزا مضامین کی وجہ سے تعلیم یافتہ طبقہ میں بہت مقبول ہے۔ اس کی خصوصی اشاعتوں نے اہل فکر و نظر کو بہت متأثر کیا ہے۔ ان اشاعتوں میں اُمت مسلمہ کو درپیش تحدیات ومسائل کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور قرآن وسنت اور فکر اقبال کی روشنی میں اُن سے نبرد آزما ہونے کا لائحۂ عمل پیش کیا جاتا ہے۔ اِس میگزین کے مدیر اور اُن کی ٹیم کو اسلام، پاکستان اور اقبال سے والہانہ محبت ہے اس لیے خصوصی اشاعتوں میں انہی پر خصوصی مضامین اور مباحث شامل کیے جاتے ہیں۔ علامہ اقبال نے

بیسویں صدی اسلام کی جو تعبیر پیش کی تھی وہ اکیسویں صدی میں بھی تر و تازہ ہے۔

پیشِ نظر خصوصی اشاعت نومبر 2020ء، پاکستان کو ریاست مدینہ کی روشنی میں جدید اسلامی فلاحی مملکت بنانے کی حکمت عملی وضع کرنے پر مرکوز کیا گیا ہے۔ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ اسلامی سپرٹ کے مطابق اسلامی ریاست کے خدوخال وضع کرنے اور قرآنی دستور العمل کے نفاذ کے لیے فکر اقبال مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس اشاعت میں اکثر مضامین خطباتِ اقبال کی تشریح پر مبنی ہیں۔ مشاہیر مضمون نگاروں نے اقبال کے تصورِ اجتہاد، عہد حاضر میں اس کے طریق کار اور نفوذ پر وقیع اور قابل قدر بحثیں کی ہیں۔

حکمت بالغہ کے مدیر جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب رجائیت پسند دانشور اور رومانیت پسند ادیب ہیں۔ رومانیت کے بارے میں ''روحِ اقبال'' کے مصنف ڈاکٹر یوسف حسین خان لکھتے ہیں: ''رومانیت کے ادبی مسلک کا حامی زندگی کے روحانی اور وجدانی عنصر کو مادی اور حیوانی عنصر پر فوقیت دیتا ہے۔...... رومانیت پسند آرٹسٹ کا دل انسانیت کی محبت سے بھرا ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ انسانی تہذیب وتمدن کے آثار کو چاہے زمانہ مٹا دے لیکن اُس کی محبت اور اُس کے خوابوں کو نہیں مٹایا جاسکتا...... رومانیت کی بنا اسلام کے وقت سے پڑی جو کلاسیکی تہذیب کے خلاف زبردست ردّعمل تھا۔'' (صفحہ 77-78)

'حکمت بالغہ' جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی بیداری کے سوسال کے تناظر میں اس خطے میں ایک مستحکم، مضبوط اور طاقتور اسلامی مملکت کے خواب کی تعبیر میں مصروف نظر آتا ہے چونکہ یہ خواب مفکّر اسلام علامہ اقبال نے دیکھا تھا اس لیے اس جریدے میں اُن کے شعری تخیلات اور اُن کے فلسفہ حیات پر فکر انگیز مباحث پیش کیے جاتے ہیں۔ پیش نظر خصوصی اشاعت ایک ایسا چمن زار ہے جس میں نو بہ نو اقبالیاتی پھولوں کی خوشبو بکھری ہوئی ہے اور اقبالیاتی رنگ عجب جلوے دکھا رہا ہے جو صبغۃ اللّٰہ کا پرتو ہے۔

میں سمجھتا ہوں یہ خصوصی اشاعت عام تعلیم یافتہ طبقہ کے علاوہ دینی مدارس کے اعلیٰ درجہ کے طلبا اور کالج و یونیورسٹیوں کے طلبا کے مطالعہ کے لیے نہایت مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوگا۔ نوجوانوں میں اِس کے مطالعہ سے ولولہ حیات پیدا ہوگا اور اسلام کی اجتہادی فکر کی ایسی آتش روشن ہوگی جو اُن

کوحرارتِ عمل مہیا کرے گی اور شاہراہِ اسلام پر آگے بڑھنے کے لیے مشعل راہ کا کام دے گی۔

5 ریاض احمد چودھری مدیرِ اعلیٰ مجلّہ اقبال، ڈائریکٹر بزمِ اقبال، لاہور

مجھے یہ جان کر نہایت خوشی اور مسرت حاصل ہوئی کہ قرآن اکیڈمی (جھنگ) کے پلیٹ فارم سے ''اقبال اور جناح'' کے عنوان سے ایک خصوصی ایڈیشن اشاعت پذیر ہوا ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے اُردو زبان وادب اور بالخصوص اقبالیات کے ذخیرے میں عمدہ اضافہ ہے۔ میں آپ کی توجہ ایک نہایت اہم نقطے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، حکومت پاکستان کی پارلیمنٹ سے منظور کردہ قرارداد کے مطابق جہاں بھی بانئ پاکستان محمد علی جناح کا نام آئے گا اس کے ساتھ قائداعظم کا سابقہ لکھنا ضروری ہے یعنی ''قائداعظم محمد علی جناح'' لکھا جائے۔

التماس ہے کہ قارئین کی اطلاع کے لیے میری یہ گزارش حکمت بالغہ میں شائع کر دی جائے۔ میں بے حد شکر گزار ہوں گا۔

آپ سے التماس ہے کہ اگر نومبر کے خصوصی شمارے کی کمپوز کاپی بزمِ اقبال کو عنایت فرما سکیں تو ہم اسے بزمِ اقبال کی طرف سے کتابی صورت میں شائع کر دیں گے۔

قرآن اکیڈمی (جھنگ) نظریۂ پاکستان اور اسلام کی نشر و اشاعت اور قائدین پاکستان کے افکار کی تبلیغ کے لیے بڑی گراں قدر خدمات انجام دے رہی ہے یہ میرے لیے نہایت باعث مسرّت ہے میں آپ کی خدمت میں پرخلوص ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

6 ڈاکٹر شفیق عجمی، لاہور

محترم انجینئر مختار فاروقی صاحب کی قیادت میں ماہنامہ ''حکمت بالغہ'' اپنے فکری سفر پر گامزن ہے۔ اس کا نصب العین، قیامِ پاکستان کے مقاصد جلیلہ سے ہم آہنگ ہے۔ اقبال اور جناح کے افکار اور جہد مسلسل کو اہل وطن اور بالخصوص نوجوان نسل کے فکر وشعور کا حصہ بنانا اس کی تمام اشاعتوں کا مرکزی نقطہ رہا ہے۔

نومبر 2020ء کا شمارہ بھی اپنے وژن کا آئینہ دار ہے اور وطن عزیز کی بقا و استحکام کے لیے اسے عملی جدوجہد کی ایک دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ اس شمارے میں شامل بیشتر مضامین اہم عصری مسائل کے تناظر میں تحریر کیے گئے ہیں۔ البتہ ان کے آخر میں حواشی و حوالہ جات کا

اہتمام بے حد ضروری ہے کہ ان کے اندراج کے بغیر حقائق حقیقت سے دُور اور فضا میں مُعلّق نظر آتے ہیں۔ ''حکمت بالغہ'' کی باقاعدہ اور مسلسل اشاعت اس کی استقامت کی دلیل ہے۔

پس نوشت

مذکورہ اشاعت میں راقم کے مجموعہ ''مقالاتِ اقبالیات'' میں سے ایک مقالہ بعنوان: ''فکر اقبال میں اجتہاد کی اہمیت'' (ص 248-269) بھی شامل ہے۔ مجموعے کا عنوان غلط طور پر 'مقالاتِ اقبال' شائع ہوگیا ہے اور مقالے کے آخر میں دیے گئے 29 حواشی و حوالہ جات بھی حذف کر دیے گئے ہیں جو کہ اس کا ناگزیر حصہ ہیں۔ مآخذ کے بغیر تحقیق کا وجود بے معنی سمجھا جاتا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ اشاعتوں میں مآخذ کی تحقیقی افادیت کو پیشِ نظر رکھا جائے گا۔ شکریہ۔

یونانی اور مغربی افکار کا اثر

ہمارے نظامِ شمسی میں زمین واحد سیارہ ہے
جو کسی بت کے نام سے موسوم نہیں

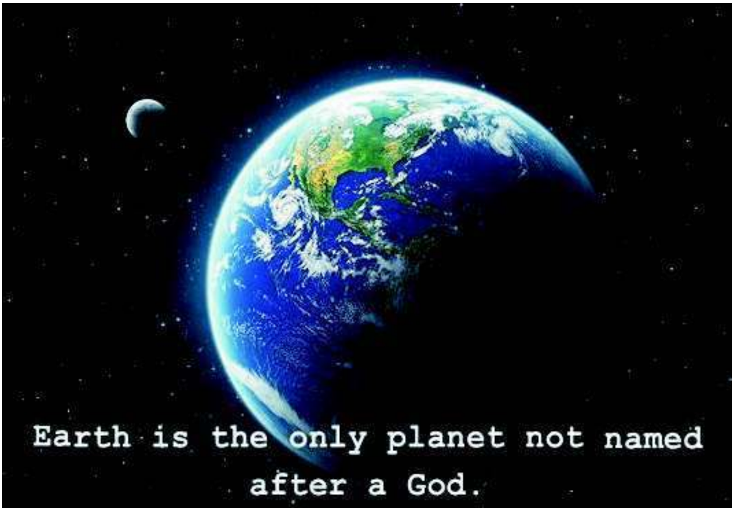

تبصرہ و تعارف کتب

1 دیدہ و دل

تالیف: محمد الیاس کھوکھر (ایڈووکیٹ)

ناشر: قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، والٹن روڈ، لاہور کینٹ

تبصرہ نگار: انجینئر مختار فاروقی

مشہور ہے کہ ''دل کو دل سے راہ ہوتی ہے'' جناب محمد الیاس کھوکھر ایڈووکیٹ صاحب کی تازہ کتاب 'دیدہ و دل' ہے جس میں انہوں نے علامہ اقبال سے متعلق اپنے جذبات و احساسات کا اظہار فرمایا ہے یہ کتاب مصنف کے صاحبِ دیدہ و دل (گہرا مشاہدہ رکھنے والا اور دردمند دل کا حامل) ہونے کی آئینہ دار ہے۔ان اوراق میں مصنف نے علامہ اقبال کی شخصیت میں اپنے ملّی و دینی خوابوں اور اُمنگوں کا ہیولا بھی دیکھا ہے جوان کے نوک قلم سے ٹپک رہا ہے۔

ماضی قریب میں ہمارے بہت سے ملّی و دینی رہنماؤں کی انقلابی جدوجہد اور قلمی وفکری جہاد کے نتیجے میں اب پاکستان میں فکر اقبال پھیل رہا ہے۔اللہ کرے ہر خاندان اور ہر گھر سے ایک نوجوان نکلے جو فکر اقبال پر فدا ہو۔ایسے نوجوانوں پر اقبال کو بھی فخر ہے۔

علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کے احسانات کا یہی حق ہے جو پاکستان میں بسنے والے ہر ذی شعور مسلمان کے ذمے واجب الادا ہے اور تاریخ کا بہاؤ اس احسان کی ادائیگی کا انتظار بھی کر رہا ہے اور قدم بقدم اسی طرف بڑھ بھی رہا ہے۔ جناب محمد الیاس کھوکھر صاحب کی کتب ہر لائبریری کی زینت بننے کے قابل ہیں۔(صفحات:360، قیمت:600روپے)

2

یہودیوں کے تاریخی جرائم

(قرآن کے بیانیے میں)

تالیف: پروفیسر(ر) ڈاکٹر محمد آفتاب خان/اُمّ اِنس

ناشر: مکتبہ فروغِ فکرِ اقبال نظام بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

تبصرہ نگار: انجینئر مختار فاروقی

قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے جو ربّ کائنات نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمدﷺ پر آج سے تقریباً پندرہ قمری صدیاں (1442ھ + 53 سال قبل از ہجرت) پہلے نازل فرمائی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمدﷺ تک انبیائے کرام علیہم السلام اور آسمانی وحی کا یہ سلسلۃ الذہب ہے جسے درمیان سے کاٹنا یا بعد میں اضافہ کرنا اس سلسلہ کی نوعیت ہی بدل دیتا ہے جو اس سلسلۂ نبوت کے انکار کے مترادف ہے۔

قرآن مجید پہلی سورت، الفاتحہ (زمانۂ نزولِ آغاز وحی کا دوسرا سال) میں ہی ہدایت کی دُعا میں ہمیں 'غیرالمغضوب علیہم' کی تلقین کرتا ہے اور تمام مفسرین کرام اس پر متفق ہیں کہ 'مغضوب علیہم' سے مراد من حیث القوم بنی اسرائیل کا بگڑا ہوا طبقہ یعنی 'یہود' ہیں۔ اس پر مستزاد پہلے پارے میں ہی 16 رکوعات میں سے 10 رکوع بنی اسرائیل کے جرائم سے متعلق ہیں گویا اللہ تعالیٰ 'آخری وحی' کے ذریعے ابتدا میں ہی قاریٔ قرآن کے ذہن اپنے دشمن کا ایک تصوّر بٹھا دیتا ہے اور اس سے ابلیس کی طرح متنبّہ رہنے کا اعلان کرتا ہے اور قرآن مجید کی آیات میں بھی تعوّذ کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے آسمانی ہدایت کے اندر رہنے کے لیے جن چیزوں سے ہمیشہ بچنے کا فرمایا ہے وہ ابلیس لعین یعنی شیطان اور حزب الشیطان اور اس کے ایجنٹ ہیں جو جنوّں اور انسانوں میں سے ہیں۔ ابلیس اور الشیطان سے بچنا اپنی جگہ اہم ہے مگر 'مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ' میں انسان نما شیاطین سے بچنے کا حکم آخری آسمانی کتاب کا آخری جملہ ہے اور یقیناً عام محاورے LAST BUT NOT THE LEAST کے مصداق بہت اہم ہے۔

ڈاکٹر محمد آفتاب خان صاحب نے اس موضوع پر ہمت کر کے اس تالیف اور تصنیف کا کام کر کے یقیناً مسلمانانِ پاکستان اور اُردو دان طبقہ پر احسان کیا ہے۔ یہود کی تاریخ اور

بنی اسرائیل کے جرائم اسلام سے پہلے بھی تھے جس میں سب سے گھناؤنا جرم 'قتلِ انبیاء' تھا اور اسلام کے بعد اس جرمِ عظیم کے سکّے کا دوسرا رُخ سامنے آیا کہ جھوٹے مدّعیانِ نبوت کا اجراء و سرپرستی وتحفّظ بھی اسی منحوس بگڑے ہوئے طبقے کے حصّے میں آیا ہے۔ تمام مسلمانوں کو اس موضوع پر اپنی معلومات میں مسلسل اضافہ کرنا چاہیے یہ کتاب دینی لائبریریوں اور اہلِ علم گھرانوں کے لیے ناگزیر ضرورت ہے بالخصوص آج کے ماحول میں جبکہ عالمِ اسلام کے قدیمی دشمن یہود کے ملک 'اسرائیل' کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کی بحث جاری ہے۔ ہمارے نزدیک پروفیسر صاحب اس کتاب کے مندرجات کو تمام پڑھے لکھے مسلمانوں کے مطالعہ کی میز پر لانے کے لیے ایک نئی تصنیف میں اپنی سوچ، کاوش اور حاصل مطالعہ کے طور پر لکھیں تو یہ کتاب وقت کی اہم ضرورت پورا کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (صفحات: 368، قیمت: 600 روپے)

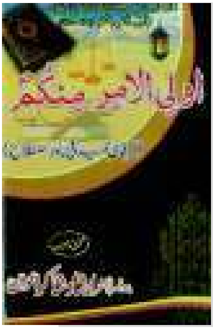

3

'اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'

فرقانِ حمید کی ایک نادر اصطلاح

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان

ناشر: نعت اکیڈمی، پوسٹ بکس نمبر 25، فیصل آباد

تبصرہ نگار: انجینئر مختار فاروقی

عصرِ حاضر کی اُمتِ مسلمہ کے دورِ خلافتِ راشدہ سے دُوری اور ظالم مسلمان بادشاہوں کے بعد منحوس برطانوی استعمار کے مُلْکًا جَبْرِیًّا کے اثرات 1947ء کی آزادی کے پون صدی بعد آج بھی نمایاں ہیں علمی و تعلیمی میدان میں ہماری کئی نسلیں مغربی افکار کا شکار ہو چکیں۔ 'آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل' کے مصداق خلافت راشدہ کے زمانے میں قرآن مجید کی اصطلاحات کا جو مفہوم کتابوں میں ملتا ہے وہ صدیوں سے مسلمانوں کے مشاہدے میں نہیں آیا لہٰذا ان کا حقیقی مفہوم بھی مغربی نظامِ تعلیم کی جدید اصطلاحات کے پروردہ ذہنوں میں نہیں آسکتا۔ انہی اصطلاحات میں مسلمانوں کے اجتماعی نظام یعنی سیاسی، معاشی اور سماجی نظام جسے نظامِ خلافت کہا گیا ہے اور جس میں مسلمان حکمران 'خلیفہ' کہلاتے تھے ان کی شان قرآن مجید اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فرماتا ہے۔

ڈاکٹر ارشاد شاکر صاحب نے مسلمان 'صاحب امر' حکمران کی اصطلاح کے قرآنی الفاظ کی وضاحت فرمائی ہے۔

اسلام کے صدرِ اوّل اور آج کی علمی سطح میں سائنسی ترقی کے باعث نوعیت کا فرق آ گیا ہے۔ لہٰذا اس عنوان پر علماء اور اہلِ علم و دانش کو سیر حاصل بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ اس مرحلے میں پہل کرنے والوں میں شامل ڈاکٹر صاحب بھی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ عصر حاضر میں نظامِ خلافت اور درویشی کی حکومت کا کوئی قابل عمل و قابل ستائش ہیولیٰ سامنے آ جائے گا جسے دنیا بھی قبول کر لے گی۔ کیونکہ اس وقت کل روئے ارضی پر 'جنگل کا قانون' نافذ ہے جس کو اسلام کے عدلِ اجتماعی سے بدلنا انسانی دکھوں کے ازالے کا واحد ممکن علاج ہے اس 'شدنی امر' کو ممکن بنانا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ (صفحات: 84، ہدیہ: دُعا)

4 اجتماعی اجتہاد: تصورِ اقبال اور امالی غلام محمد

(قرآن وسنت کی روشنی میں)

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان

ناشر: نعت اکیڈمی، پوسٹ بکس نمبر 25، فیصل آباد

تبصرہ نگار: انجینئر مختار فاروقی

1000ھ (1593ء) کے آس پاس کے دور میں تجرباتی علوم اور آسمانی ہدایت کے علوم کے ماہرین کے مابین ایک ذہنی بُعد نے جنم لیا اور اگلی چار صدیوں میں اس بُعد نے ایک مہیب خلیج کی شکل اختیار کر لی ہے۔ جنوبی ایشیا میں یورپی اقوام کی آمد اور شاطرانہ انداز پر اقتدار پر مکمل قبضہ نے وارثانِ علومِ انبیاء کی گرفت کو حکومت، ریاست اور اجتماعی زندگی کے معاملات میں انتہائی کمزور کر دیا ہے اور یوں دنیا بھر میں بالعموم اور جنوبی ایشیا میں بالخصوص دو نظام ہائے تعلیم نے جنم لیا ہے۔ ایک برطانوی استعمار کے زیرِ انتظام ___ سیکولر نظامِ تعلیم پروان چڑھا جس نے انسانی ذہن کی تربیت اور سوچ کو مغربی انداز میں پروان چڑھایا گیا ہے۔ دوسری طرف وارثانِ علومِ انبیاء نے مغربی استعمار سے شدید نفرت کے باعث ان کے علوم اور طرزِ فکر کو اسلام کا ابدی پیغام انہی کے محاورہ میں دینے کی بجائے بوجوہ قرآن وحدیث و دینی علوم کی حفاظت کے جذبے سے

مغربی افکار سے نفرت اور دشمنی کا راستہ اپنایا اور مدافعتی انداز اختیار کر کے وقتی طور پر آسمانی ہدایت کی حفاظت کا راستہ اختیار کیا جس میں وہ ایک حد تک کامیاب بھی رہے لیکن یہاں کے مسلمانوں کی توانائیاں تقسیم ہوگئیں اور علم کے دو دھارے مدارس اور سکول کالج کی شکل میں آج بھی موجود ہیں۔ نتیجتاً ملت اسلامیہ کی قیادت وسیادت بھی علماء کے ہاتھ سے نکل کر جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئی اور توانائیاں بھی منقسم ہوگئیں۔ مدارس کے ذریعہ تعلیم کا نمائندہ دیوبند تھا اور جدید تعلیم کا مسلم مرکز علی گڑھ تھا جن کی دوانتہاؤں کے مابین دونوں اطراف کے اکابرین کے مابین اختلافات، مناقشات اور ناراضگیوں کو ختم کرنے کی کئی کوششیں ہوئیں اور 1875ء کے بعد کی کئی شخصیات نے بڑا کام کیا اور قدیم وجدید کے درمیان رابطہ (BRIDGE) کا کام کیا۔

علامہ اقبال بھی قدیم وجدید کا ایک امتزاج کی حامل شخصیت ہیں اور تائید ایزدی کے طور پر انہی کی تجویز پر پاکستان جیسا ملک بھی وجود میں آگیا جس سے اس ملک کے مسلمانوں پر ان کی اہمیت دہ چند ہوگئی۔ علامہ اقبال نے برصغیر میں آزاد مسلم ریاست کے قیام کے ضمن میں اپنی عقابی نگاہ اور علمی پختگی کی بنیاد پر کئی مسائل کو سمجھا اور ان کے حل کے لیے تگ ودو بھی فرمائی۔ علامہ اقبال کا ایک احسان ملت اسلامیہ کے لیے مستقبل کی اسلامی ریاست میں اسلام کے نفاذ کے لیے عملی طریقہ کی طرف رہنمائی بھی تھی۔ ان کے انگریزی خطبات (RECONSTRUCTION) کا چھٹا خطبہ متنازعہ سہی مگر بہت اہم ہے۔

علامہ اقبال کے نزدیک انسان تجرباتی علوم کی ترقی کے باعث 1000 سال پہلے کی اسلامی ریاست اور عصر حاضر کی اسلامی ریاست کے خدوخال یا نقوش کو آج کے بیانیہ یا آج کے محاورے میں بیان کرنے کی ضرورت ہے جسے عصر حاضر میں اجتہاد کا نام دیا گیا ہے یعنی عصر حاضر میں قرآن وحدیث کی تشریح پر مبنی قانون کا حق مسلم ریاست کی پارلیمنٹ کو حاصل ہوگا علمائے حق، دانشور اور مختلف طبعی وفنی علوم کے ماہرین پارلیمنٹ میں جمع ہوں گے (اس کے لیے پارلیمنٹ کے ممبران کی شرائط صرف صادق وامین نہیں بلکہ تخصص فی القرآن وحدیث، درس نظامی، LLB اور بیرسٹرایٹ لا ہونا ناگزیر ہے)۔ پارلیمنٹ کے یہ ممبران قرآن وحدیث، خلافت راشدہ اور اسلامی تاریخ کے نظام کی روشنی میں قانون سازی کریں گے۔ البتہ پارلیمنٹ کے کسی فیصلے پر کسی کو احساس

ہو کہ یہ اسلامی شریعت کے مآخذ سے متصادم ہے تو اس کے لیے ایک الگ فورم ہوگا یعنی سپریم کورٹ کے ججز پر مشتمل عدالت بن سکتی ہے جو علمی سطح پر اس بات کا جائزہ لے جہاں علماء اپنے موقف کے دلائل دیں اور اگر بات ثابت ہو جائے تو عدالت پارلیمنٹ کو اس قانون کے بدلنے کے لیے کم سے کم مدت کے تعین کے ساتھ، نیا قانون بنانے کا حکم دے گی۔

'پارلیمنٹ کے ذریعے اجتہادُ' کا عام معنیٰ میں مطلب یہ ہے کہ اب اجتہاد مدارس اور انفرادی طور پر مفتی حضرات نہیں کریں گے بلکہ اہل دین و اہل دانش پارلیمنٹ میں بیٹھ کر یہ اجتہاد کریں گے اور قانون سازی ہوگی۔ مغربی استعمار کی بالادستی اور اس کے پردے میں ابلیسی افکار و نظریات کی اشاعت (از قسم سیکولرازم، لبرل ازم، ڈرون ازم فرائڈ ازم، مارکس ازم وغیرہ وغیرہ) نے اسلامی ممالک کے نظامِ تعلیم کو بھی زہر آلودہ کر دیا ہے (جس کے نتیجے میں اب مدارس اور کالج یونیورسٹی کا مشترک جدید نصاب بن چکا ہے)۔ اس پس منظر میں علامہ اقبال کی 'اجتہادُ بذریعہ پارلیمنٹ کی رائے گذشتہ نوّے سال سے مابہ النزاع چلی آ رہی ہے۔

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان صاحب نے اس موضوع پر علماء کی طرف سے اپنے خدشات پر مبنی ایک تحریر کو اس کتاب کا عنوان بنایا ہے۔ ہمارے نزدیک موضوع تو امت مسلمہ کے مستقبل کے حوالے سے بہت اہم ہے تاہم اس پر ابھی بہت سی گفتگو ہونا ضروری ہے۔ صاحب کتاب کا انداز گفتگو اور الفاظ کا انتخاب کہیں کہیں اہل علم کے معیار سے گر گیا ہے۔ اس کے باوجود کتاب پڑھنے کے لائق ہے اور اس ضمن میں گفتگو کو آگے بڑھایا جانا ضروری ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ علامہ اقبال کے اس دیس پاکستان میں اسلامی قانون کی بالادستی کا خواب پورا ہو جائے۔

بانیانِ پاکستان کے افکار کے مطابق اس ملک پاکستان میں عصر حاضر کے مسائل کو مدنظر رکھ کر ایسی قانون ساز پارلیمنٹ کا قیام نہایت ضروری ہے جس کے معزز ممبران اسلامی قانون اور عصر حاضر کے تقاضے سمجھتے ہوں تاکہ گوہر مقصود حاصل ہو جائے۔ وما ذالك على الله بعزيز (اس ضمن میں حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت بابت نومبر 2020ء کے آخری تین ابواب اسی خاص موضوع پر ہیں جسے دلچسپی ہو وہ ان صفحات کو دوبارہ دیکھ لے)۔ (صفحات: 112، قیمت: 380 روپے)

ANJUMAN KHUDDAM UL QURAN (Regd) JHANG

BASIC THEME AND OBJECTIVES

1. Teaching and promotion of Quran Arabic language (basic Arabic 25 lectures).
2. Propagate awareness to promote adaptability of Quranic teachings in life.
3. Dissemination of Quranic knowledge in modern perspective.
4. Relevant guidance and education for the highly educated youth who could make the learning and propagation of Quran as their goal of life.
5. To maintain an Academy (Quran Academy with Library, modern Auditorium etc) where the Quranic scholars may present the philosophy and wisdom of the Quran at the highest academia level in modern times.

اَلسَّعْیُ مِنَّا وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰهِ

فرمودۂ اقبال

کشمیر اور فلسطین پر ہنود و یہود نے غاصبانہ قبضہ کر کے مسلمانوں کے لیے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ پہلے برطانیہ کا منحوس استعمار اور اب امریکہ گزشتہ ایک صدی سے ان مسلم اکثریت کے علاقوں میں ریاستی دہشت گردی کروا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ برطانیہ کے بعد امریکہ بھی زوال سے دوچار ہو کر جلد اپنے انجام کو پہنچے گا۔

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہلِ نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر
سینۂ افلاک سے اٹھتی ہے آہِ سوزناک
مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر
کہہ رہا ہے داستاں بیدردیٔ ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقانِ پیر
آہ یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ!
ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر؟

Vol 15

CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
FEBRUARY 2020

No 02

الحمد للہ

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

کی مطبوعات

خیریت تعلّم و تعلیم قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں	16/-
جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال (1910ء۔2010ء)	240/-
یاجوج ماجوج؟	350/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ اوّل)	120/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ دوم)	130/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ سوم)	120/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (مکمّل)	زیرِ طبع دوم
صہیونیّت قرآن مجید کے آئینے میں	425/-
10 علاماتِ قیامت حدیث مبارکہ کی وضاحت	165/-
اُمتِ مسلمہ کے مستقبل کی تشکیلِ نو میں اہلِ قلم کا رول	50/-
درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں؟	120/-
تعمیرِ سیرت و کردار	450/-
قرآن مجید کے حقوق	40/-
بھارت اور پاکستان کے مابین مذہبی، سیاسی اور نفسیاتی کشاکش کا انجام؟	65/-
بصری مشاہدہ و نظری حقیقت	170/-